ہفت روزہ
خدام الدین
لاہور
پاکستان

شرعی عدالتیں

جمعیۃ علماء اسلام کا مثالی کارنامہ

گزشتہ دنوں جانشین شیخ التفسیرؒ مولانا عبید اللہ انور زید مجدہم نے مجلس ذکر کی مبارک تقریب کے بعد ایک رقعہ کا جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ شرعی عدالتوں کا قیام جمعیۃ علماء اسلام کا ایک مثالی کارنامہ ہے اور عوام کا فرض ہے کہ اس منصوبہ کو پروان چڑھانے کے لیے جمعیۃ سے بھرپور تعاون کریں۔ انہوں نے فرمایا کہ ہمارے تمام دکھوں کا علاج صرف اور صرف اسلامی نظام کو اپنانے میں ہے۔ اسلامی نظام کے نفاذ کی بنیادی ذمہ داری حکمرانوں پر عائد ہوتی ہے لیکن فقہاء کی تصریحات کے مطابق جب حکومت اپنی ذمہ داری محسوس نہ کرے تو پھر عوام کے لیے کچھ گنجائش ہے۔ اسی گنجائش کے پیش نظر جمعیۃ نے یہ قدم اٹھا کر دکھی انسانیت پر احسان عظیم کیا ہے

بانی ادارہ شیخ التفسیر حضرت
مولانا احمد علی
رحمۃ اللہ علیہ

رئیس الادارہ جانشین شیخ التفسیر
مولانا عبید اللہ انور

رئیس التحریر
مولانا مفتی محمود

۳۰ جنوری ۱۹۶۷ء
۲۰ [illegible] ۱۳۸۶ھ

۲۵ پیسے

مطبوعات انجمن خدام الدین شیرانوالہ دروازہ لاہور، پاکستان

احادیثِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

دین کی مثال بارش کی ہے

عَنْ اَبِیْ مُوْسٰیؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَثَلُ مَا بَعَثَنِیَ اللّٰہُ بِہٖ مِنَ الْھُدٰی وَالْعِلْمِ کَمَثَلِ الْغَیْثِ الْکَثِیْرِ اَصَابَ اَرْضًا فَکَانَتْ مِنْھَا طَائِفَۃٌ طَیِّبَۃٌ قَبِلَتِ الْمَاءَ فَاَنْبَتَتِ الْکَلَاءَ وَالْعُشْبَ الْکَثِیْرَ وَکَانَتْ مِنْھَا اَجَادِبُ اَمْسَکَتِ الْمَاءَ فَنَفَعَ اللّٰہُ بِھَا النَّاسَ فَشَرِبُوْا وَسَقَوْا وَزَرَعُوْا وَاَصَابَ مِنْھَا طَائِفَۃً اُخْرٰی اِنَّمَا ھِیَ قِیْعَانٌ لَا تُمْسِکُ مَاءً وَّلَا تُنْبِتُ کَلَاءً فَذٰلِکَ مَثَلُ مَنْ فَقُہَ فِیْ دِیْنِ اللّٰہِ وَنَفَعَہٗ مَا بَعَثَنِیَ اللّٰہُ بِہٖ فَعَلِمَ وَعَلَّمَ وَمَثَلُ مَنْ لَّمْ یَرْفَعْ بِذٰلِکَ رَاْسًا وَّلَمْ یَقْبَلْ ھُدَی اللّٰہِ الَّذِیْ اُرْسِلْتُ بِہٖ۔

حضرت ابوموسیٰؓ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ نے جو ہدایت اور علم عطا کر کے مجھے بھیجا ہے۔ وہ ایک زور کی بارش کی مانند ہے کہ ساری زمین پر برس رہی ہے۔ لیکن زمین کا ایک ٹکڑا تو نفیس ہے۔ وہ پانی اپنے اندر جذب کر لیتا ہے۔ پھر اس میں سے غلہ، چارہ اور خوب گھاس پھونس اور پودے پیدا ہوتے ہیں۔ ایک قطعہ گڑھوں والا ہے جن میں پانی بھر جاتا ہے اور لوگ اس سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ پیتے ہیں۔ پلاتے ہیں۔ کھیتوں میں آب پاشی کرتے ہیں۔ ایک ٹکڑا ایسا ہے کہ چٹیل سخت میدان ہے نہ اس میں پانی جمع ہوتا ہے اور نہ غلہ اور گھاس پھونس اگتے ہیں۔ اسی طرح کچھ لوگ تو ایسے ہیں کہ اللہ کے دین کو خوب سمجھ لیتے ہیں۔ اور میری اللہ کی طرف سے لائی گئی چیزوں سے فائدہ اٹھاتے ہیں خود علم سیکھتے ہیں اور دوسروں کو سکھاتے ہیں جو اکثر ایسے ہیں جو دین کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھتے اور جو کچھ مجھے دے کر بھیجا گیا ہے اس سے کوئی غرض نہیں رکھتے۔

اس حدیث میں بڑی خوبصورتی سے ایک بڑی کام کی بات سمجھائی گئی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں جو اللہ تعالےٰ کی طرف سے ہدایت اور علم لایا ہوں ان سے فائدہ اٹھانے نہ اٹھانے میں لوگوں کی حالت مختلف ہے اس کو یوں سمجھو کہ جیسے آسمان سے زور کا مینہ برسا اور ساری زمین پر پانی پھیل گیا لیکن جو زمین اچھی تھی وہ تو پانی سے سیراب ہوئی وہاں خوب غلہ، چارہ، سبزہ اور درخت وغیرہ سب کچھ پیدا ہوا۔ کچھ زمین ایسی تھی جہاں پانی جمع ہو گیا اور اس سے تالاب بن گئے۔ لوگ مہینوں ان تالابوں سے پانی حاصل کرتے رہے۔ لیکن کچھ زمین ایسی صاف اور بنجر تھی کہ اس نے نہ پانی جذب کر کے سبزی وغیرہ اگائی نہ پانی جمع کر کے دوسروں کو نفع پہنچایا۔ ایسے ہی آدمیوں کا حال ہے۔ کچھ لوگ تو صلاحیت اور استعداد رکھتے ہیں انہوں نے دین کو خوب سمجھا اور اپنے اندر جذب کر لیا خود بھی بہت کچھ سیکھا اور دوسروں کو سکھایا۔ کچھ لوگ ایسے تھے کہ علم کو سنوار کر رکھا۔ اور علم کو جمع کر کے بڑی بڑی کتابیں لکھیں اور دوسرے لوگوں کے لیے وقت پر کام آنے والا بہت کچھ سامان چھوڑ گئے اور کچھ لوگ بالکل چکنے گھڑے کی طرح ثابت ہوئے کہ نہ کچھ ان کے اندر جذب ہوا اور نہ سطح پر جمع ہو سکا۔ دین کی باتوں کی ذرا پروا نہ کی نہ اس کی ہدایت سے فائدہ اٹھایا، نہ اپنا ہی کچھ بھلا کیا نہ دوسروں کو کچھ نفع پہنچایا۔

اس سے ظاہر ہوا کہ جیسے زمین کی آخری قسم بیکار ہے۔ ایسے ہی آخری قسم کے لوگ بجائے مفید ہونے کے اکثر نقصان پہنچانے والے ثابت ہوتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ ہمیں اس صورتِ حال سے محفوظ رکھے۔ آمین!
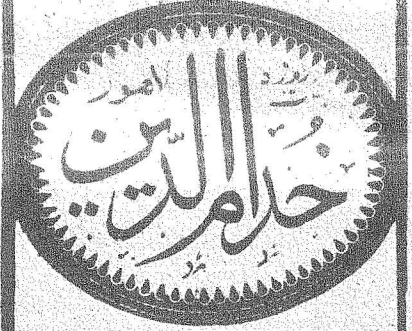
اہل حق کے مشن کی وارث

جمعیۃ طلبۂ اسلام

انگریز نے اس ملک پر غاصبانہ قبضہ کرنے کے بعد جہاں باقی چیزوں پر ہاتھ صاف کیا وہاں اسلام کے سادہ اور فطری نظام تعلیم کو بھی اپنی ہوس کاریوں کا نشانہ بنایا اور اس قسم کا نظام تعلیم رائج و نافذ کیا جو ملی روایات کے بالکل مخالف تھا۔ اس دور میں بچے کھچے مجاہدین آزادی کا ایک طبقہ قاسم العلوم والخیرات مولانا محمد قاسم نانوتوی قدس سرہٗ کی قیادت میں سامنے آیا اور اسلامی علوم و فنون کی حفاظت نیز اسلامی اقدار اور روایات کو بچانے کے لیے جد و جہد کی۔ اس جد و جہد کے لیے جو طریق کار اختیار کیا گیا اس کے پیش نظر مدارس کا جال بچھا دیا گیا جس کی پہلی کڑی ازہر ہند دار العلوم دیوبند تھا۔ اس کے برعکس حکومت کی اپنی سوچ اور فکر کا شاہکار وہ تعلیمی ادارے تھے جو کالج و سکول کی صورت میں ملک کے چپے چپے پر سرکاری وسائل سے بنائے گئے۔ اس طرح تعلیمی میدان میں دوعملی کی صورت پیدا ہو گئی اور مولوی و مسٹر کے دو مستقل طبقے پیدا ہو گئے۔

وہ ارباب فکر جن کا تعلق مجاہدین حریت سے تھا اس صورت حال کو ملک و ملت کے مستقبل کے لیے انتہائی نقصان کا باعث سمجھتے تھے اور ان کی خواہش تھی کہ یہ دوعملی ختم ہو اور بعد و افتراق قرب و تعلق میں تبدیل ہو جائے۔ چنانچہ تاریخ گواہ ہے کہ اس میدان میں سب سے پہلے جس بزرگ نے سنجیدہ اور مخلصانہ کوششیں کیں وہ شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی تھے ان کی کوششوں سے ۱۹۱۲ء کے جلسہ تقسیم دستار بندی کے موقعہ پر صاحبزادہ آفتاب احمد وائس چانسلر علی گڑھ یونیورسٹی دیوبند تشریف لائے اور طویل مشوروں کے بعد طلبہ کے باہمی تبادلہ کے ایک معاہدہ پر دستخط ہوئے اور پھر اس معاہدہ پر عمل درآمد بھی ہوا لیکن بد قسمتی سے کچھ تو علی گڑھ یونیورسٹی کے طلبہ کا کردار

افسوسناک رہا اور کچھ یہ کہ حضرت شیخ الہندؒ گرفتار ہو گئے اور اس طرح یہ بیل منڈھے نہ چڑھ سکی۔ اس کے بعد بھی ارباب دیوبند کی کوشش رہی کہ یہ بُعد ختم ہو لیکن ہمیں یہ بات کہنے میں ذرا بھی تامل نہیں کہ اربابِ علی گڑھ کا طرزِ عمل منفی تھا اور وہ سیاست کی دنیا میں اس حد تک آگے جا چکے تھے کہ اصل مسائل پر ان کی قطعاً نظر نہ تھی۔

ان ساری چیزوں کے باوجود حضرت شیخ الہندؒ اور ان کے رفقا ہمیشہ سرگرم عمل رہے اور غالباً یہی وجہ تھی کہ آپ مالٹا سے واپسی پر شدید علالت کے باوجود طلبہ کے ایک گروہ کی درخواست پر علی گڑھ تشریف لے گئے۔ اور متوازی یونیورسٹی بنانے کا پروگرام بنایا لیکن بعد میں بوجوہ ایسا کرنے سے گریز کیا گیا اور نقشِ ثانی کے طور پر دہلی میں جامعہ ملیہ کی بنیاد ڈالی گئی۔ یہی وہ جامعہ ہے جو تحریک آزادی میں نمایاں کردار ادا کرنے کے ساتھ ساتھ علم کے میدان میں روایتی بعد کو ختم کرنے میں بھی کسی حد تک کامیاب ہوا اور یہ بھی دراصل حضرت شیخ الہندؒ اور ان کے رفقاء کی پرخلوص جد و جہد کا اثر تھا۔

پاکستان بننے کے بعد خیال تھا کہ یہاں فوری طور پر ایسا نظام تعلیم نافذ کیا جائے گا جو ملّی امنگوں کے مطابق ہو۔ لیکن بدقسمتی یہ ہے کہ ربع صدی سے زائد عرصہ گزرنے کے بعد بھی ایسا نہیں ہو سکا اور انگریزی دور کی روایتی دوعملی، آپس کا بُعد جیسی چیزیں پہلے سے بھی کچھ زیادہ ہی بڑھ گئی ہیں۔

اس نظام تعلیم نے ہمیں جو کچھ دیا ہے اس کے برگ و بار ہمارے سامنے ہیں اور ہم پوری دلسوزی کے ساتھ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ اگر اس مسئلہ کا بہترین حل تلاش نہ کیا گیا تو ملک فکری اور نظریاتی طور پر خطرناک صورت حال کا شکار ہو کر رہ جائے گا۔ جس کے بعد جغرافیائی سرحدوں کی حفاظت بھی آسان نہ ہو گی۔

ہمیں خوشی ہے کہ خود طالب علم برادری کے اندر اس قسم کی سوچ رکھنے والا ایک طبقہ پیدا ہو چکا ہے جنہوں نے چند سال پہلے جمعیۃ طلبہ اسلام کے نام سے ایک نئی تنظیم کی بنا ڈالی اور تھوڑے ہی دنوں میں ایک اچھا مقام حاصل کر لیا۔

جمعیۃ طلبہ اسلام دائیں اور بائیں بازو کی آویزش سے الگ تھلگ ہو کر وسط و اعتدال کی قرآنی راہ پر گامزن ہے علماءِ حق کی قیادت میں کام کرنا اور ان سے رہنمائی حاصل کرنا اور دینی اعتبار سے صحابہ کرامؓ اور بعد کے ادوار کے اہل حق پر بھرپور اعتماد جیسی چیزیں اس تنظیم کو دوسری تنظیموں سے ممتاز کرتی ہیں۔

مزید یہ کہ اس تنظیم نے قدیم و جدید کو آپس میں ملانے کے لیے جو قابل قدر کردار ادا کیا ہے۔ اسے دیکھ کر یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں کہ اگر انہی بنیادوں پر کام جاری رکھا گیا تو وہ دن دور نہیں جب یہ تنظیم علمی میدان میں دوعملی کے سامراجی نظریہ کو ختم کرانے میں کامیاب ہو کر اسلام کے سادہ اور فطری نظام تعلیم کو نافذ کروانے میں کامیاب ہو جائے گی۔ چند دن پہلے اس تنظیم کا آئندہ مدت کے لیے مرکزی انتخاب ہوا جس میں ایک فعال، جاندار اور اعلیٰ صلاحیتوں کی مالک ٹیم میدان میں آئی ہے۔

ہماری دعائیں اور ہمدردیاں اس تنظیم اور ٹیم کے ساتھ ہیں اور ہم اپنے امیر محترم مولانا عبیداللہ انور کے الفاظ میں دعاگو ہیں کہ خدائے بزرگ و برتر ان نوجوانوں کو ہمت و توفیق نصیب فرمائے اور حضرت شیخ الہند قدس سرہٗ کی مقدس آرزوؤں کی تکمیل کا باعث و ذریعہ بنائے۔ ع

این دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد

جمعیۃ علماءِ اسلام کی یادداشت

جمعیۃ علماء اسلام نے متحدہ جمہوری محاذ کے نام اسلامی آئین و قوانین کے سلسلہ میں جو یادداشت ارسال کی ہے اس کا تذکرہ اخبارات میں آچکا ہے۔

خوشی کی بات ہے کہ جمعیۃ جو اس ملک میں اسلامی نظام کے قیام کی علمبردار ہے اور جس نے گذشتہ دنوں جزوی اقتدار ملنے پر اپنے وعدہ کا ایفا بھی کیا۔ نے پوری قوم کو لائن آف ایکشن مہیا کر دی ہے۔

پاکستان بنا اسلام کے نام پر، دستور میں اس کی اس حیثیت کو تسلیم کیا گیا ہے۔ اور حکمران پارٹی اس قسم

(باقی صفحہ ۲۱ پر)

اسلام — امن وسلامتی کا دین ہے

ضبط و تحریر : ادارہ

جانشینِ شیخ التفسیرؒ حضرت مولانا عبید اللہ انور صاحب زید مجدھم

بعد الحمد والصلوٰۃ :۔

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم : بسم اللہ الرحمٰن الرحیم :۔

وَلَا تَسْتَوِی الْحَسَنَۃُ وَلَا السَّیِّئَۃُ اِدْفَعْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِیْ بَیْنَکَ وَبَیْنَہٗ عَدَاوَۃٌ کَاَنَّہٗ وَلِیٌّ حَمِیْمٌ ۝ وَمَا یُلَقّٰهَا اِلَّا الَّذِیْنَ صَبَرُوْا وَمَا یُلَقّٰهَآ اِلَّا ذُوْ حَظٍّ عَظِیْمٍ ۝ صدق اللہ

آج کی معروضات کا عنوان ہے "بُرے کے ساتھ بھلائی سے پیش آؤ"۔ اللہ تعالےٰ نے ابتدائے آفرینش سے انسانوں کی رہنمائی کے لیے انبیاء کرام علیہم السلام کا ایک سلسلہ قائم کیا جس کی تکمیل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس پر ہو گئی اور در حقیقت اس کا تعین سیدنا آدم علیہ السلام کی پیدائش سے قبل ہو گیا تھا۔ اس سلسلہ میں حضور علیہ السلام کا خود ارشاد موجود ہے۔ اور عملاً جب یہ سلسلہ پایۂ تکمیل کو پہنچا تو خدا نے فرمایا۔ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ الآیہ۔

اس پیغمبر برحق کو جو کتاب ملی وہ قرآن مجید ہے جو اپنے نبی کی طرح آخری کتاب ہے اور جو پہلی تمام کتابوں کی مصدق و متمم ہے۔ ہدایت اللہ تعالےٰ نے اس میں محصور کر دی اور اب اس کے بعد کوئی نیا ہدایت نامہ نہیں آئے گا۔ مسلمان کا سب کچھ اس سے وابستہ ہے اور اس وابستگی میں جب کمی آئے گی تو ہلاکت و بربادی کا سامنا کرنا ہو گا۔ یہ ہلاکت و بربادی مختلف راستوں سے آتی ہے۔ ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ انسان، انسانیت کی سطح سے اتر کر درندگی کے مقام پر آ جاتا ہے اور پھر اپنے ہی جیسے انسانوں کے مال و عزت اور جانوں سے کھیلنا شروع کر دیتا ہے۔ اس سلسلہ میں میں نے رات بھی اشارہ کیا تھا کہ دنیا کی ہر قوم کے سال کی ابتدا خوشی سے ہوتی ہے اور ہمارے یہاں محرم شروع ہوتا ہے تو لڑائی جھگڑا دنگہ فساد اور آپس کی سرپھٹول جیسے افعال بد کا دَور دورہ ہوتا ہے

محرم نام کے اعتبار سے بھی قابل احترام ہے اور اس کی حرمت کے معاملہ میں جاہلیت کے زمانہ کے کافر بھی حساس تھے لیکن اب اپنے کو مسلمان کہلانے والے شرم ولحاظ نہیں کرتے۔ ہر سال اس مہینہ میں قتل و غارت کا سلسلہ ہوتا ہے اور یہ سب کچھ مذہب کے مقدس نام پر — حالانکہ مذہب تو امن و آشتی کا علمبردار ہے۔

ہمارے حضرت لاہوریؒ قدس سرہ کے دو شیخ تھے حضرت دین پوری اور حضرت امروٹیؒ رحمہما اللہ تعالیٰ۔ انہی دو سے حضرت نے فیض حاصل کیا اور پھر یہ سلسلہ خیر یہاں چلا اور پھلا پھولا۔ امروٹ شریف جو حضرت کا پہلا پیرخانہ تھا اور اس کے ساتھ ساتھ تحریک آزادی کا عظیم مرکز، اس کے قابل صد احترام بزرگ حضرت سید تاج محمود صاحب امروٹیؒ نور اللہ تعالےٰ مرقدہ کے موجودہ سجادہ نشین مولانا سید محمد شاہ امروٹی ہیں جو ہماری جمعیۃ علماء اسلام سندھ کے امیر بھی ہیں کا جواں سال بچہ اکمل و اجمل کی عمر کا (حضرت انور کے صاحبزادگان) یعنی اجمل سے ذرا چھوٹا اکمل سے بڑا امسال وہ شہید ہو گیا معلوم ہوا ہے کہ وہ لوگ تعزیہ کا جلوس منظور شدہ راستہ کے بغیر خانقاہ کے پاس سے گزارنا چاہتے تھے، روکنے پر وہ پل پڑے اور وہ بچہ محمد منیر نامی ہسپتال میں دوسرے دن انتقال کر گیا۔ گویا خوشی اور احترام کے دن، جن کا احترام دشمن بھی کرتے ہیں، میں یہ ہو رہا ہے اور یہ نواسہ رسولؐ کا غم غلط کرنے کا طریقہ ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

دین حضور علیہ السلام پر مکمل ہو گیا اس میں کمی بیشی کی اجازت نہیں۔ آپ دنیا سے گئے تو فرمایا۔ تَرَکْتُ

فِيكُمْ اَمْرَيْنِ کہ دو چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں ان کو مضبوطی سے تھامے رکھوگے تو گم راہ نہ ہوگے یعنی کتاب و سنّت۔ اور جب یہ چھٹے تو پھر وہی ہوگا جو ہو رہا ہے۔ جب ذرا سی اس معاملہ میں غفلت ہوتی ہے تو سخت نقصان اٹھانا پڑتا ہے۔ قرآن کی آیت وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا یعنی سارے اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھامو اور ٹکڑے ٹکڑے مت ہو کا شانِ نزول یہ لکھا ہے کہ مدینہ طیبہ (پرانا نام یثرب) کے دو قبیلے اوس و خزرج کی مشہور جنگ "بعاث" ایک سو بیس برس رہی۔ آخر خدا نے باہم شیر وشکر کر دیا اور یہ اسلام کی برکت تھی۔ اس حالت کو دیکھ کر شماس بن قیس (اندھا یہودی) نے آپس میں لڑانے کی غرض سے جاہلیت کے اشعار پڑھے تو یہ حضرات ذرا سی غفلت کا شکار ہوئے۔ حضور علیہ السلام کو پتہ چلا تو آپ صحابہ سمیت ان کے پاس گئے اور فرمایا اے مسلمانوں کی جماعت! میری موجودگی میں تم کو جاہلیت کی باتیں یاد آگئیں۔ یہ سن کر مسلمانوں کی غفلت دور ہوگئی۔ اور پھر آپس میں گلے لگ کر روئے اور پشیمان ہوئے۔ اس لڑائی جھگڑے کے ماحول کو خدا نے جہنم کے کنارے پہنچنا فرمایا ہے اور ارشاد فرمایا ہے کہ خدا نے تمہیں بچایا اور بچانے والا کوئی نہ تھا۔

اللہ کے پیغمبر نے مہاجرین و انصار کا جو رشتۂ اخوت قائم فرمایا اور خدا نے جس طرح ان لوگوں کی تعریف و توصیف بیان فرمائی انہیں سابقون الاوّلون فرمایا ان کو معیارِ حق و صداقت قرار دیا، ان کی راہ کو اپنائے بغیر چارہ کار ہی نہیں۔ اب حالت یہ ہے کہ دنیا ایک طرح کی بدامنی اور فساد کی آماجگاہ بن چکی ہے۔ فلسطین اور دوسرے مقامات پر مسلمان کافروں اور یہودیوں کے ظلم کا شکار ہیں۔ بجائے ان کی امداد کرنے، ان کا تحفظ کرنے کے ہم آپس میں لڑ رہے ہیں۔ فرقہ وارانہ فسادات اور جھگڑے چین نہیں لینے دیتے اور آئے دن قتل مقاتلے ہوتے رہتے ہیں۔ اس سے پہلے اس نوعیت کا سلسلہ جھنگ، خیرپور، لاہور وغیرہ میں ہو چکا ہے۔ اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ یہ دین تو ہے نہیں ایجاد بندہ ہے۔ دین ہوتا تو جھگڑے نہ ہوتے۔ اب ایجاد بندہ ہے لہٰذا سکون نہیں ہوتا۔

اس سلسلہ کو روکنے کا وہی طریقہ ہے جو حضرت لاہوری رحمہ اللہ تعالیٰ نے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا تھا۔ نواب مظفر علی قزلباش صاحب کے وزارت کے زمانہ میں انہوں نے دونوں طبقوں کو امن کے لیے بلایا حضرتؒ بھی تشریف لے گئے۔ نواب صاحب نے تقریر کی کہ خطرات ہیں وہ ہے، یہ ہے اس لیے امن قائم رہنا چاہیے۔ نواب صاحب کی لمبی چوڑی تقریر کے بعد حضرتؒ نے فرمایا۔ کہ میں پوچھتا ہوں کہ دین میں کچھ اقدار مشترکہ بھی ہیں؟ پھر خود ہی فرمایا کہ حضور علیہ السلام نے دو چیزیں چھوڑ کر جانے کا فرمایا ہے۔ کتاب و سنّت۔ تو آپ نے فرمایا کہ اقدار مشترکہ جو کتاب و سنت کے مطابق ہیں ان کا اظہار و اعلان اجتماعی جگہوں پر ہو، اجتماعی سٹیج ہوں، لاؤڈ سپیکر ہو، سب کچھ ہو لیکن جہاں جہاں اختلافات ہیں ان کا اظہار مشترکہ جگہوں پر، لاؤڈ سپیکر لگا کر بالکل نہ ہو تاکہ دوسرے طبقہ کا دل نہ دکھے بلکہ یہ چیزیں اپنے اپنے دوائر میں ہوں۔

اس پر سب علماء و ذاکرین نے صاد کیا، تحریر لکھی گئی، دستخط ہوئے۔ نواب صاحب بھی مطمئن ہوگئے۔ اس طرح امن کی بات آسان ہوگئی۔

اسلام نے اپنے تمام مخالفین کو اپنے اپنے دوائر میں رسومات کی ادائیگی کی اجازت دی ہے اور اس میں کسی قسم کی مداخلت کی اجازت نہیں دی اس نے لَکُمْ دِیْنُکُمْ وَلِیَ دِیْنِ فرمایا ہے۔ ماجبیر شما بسلامت، جبر نہیں زیادتی نہیں لَاۤ اِکْرَاہَ فِی الدِّیْنِ ہاں پیار و محبت سے تبلیغ کی اور بات ہے۔ تو جب اسلام کا غیروں کے معاملہ میں یہ عالم ہے تو اپنے گھر میں یہ دھینگا مشتی کس حد تک جائز ہے؟

اسلام نے کبھی زیادتی کی اجازت دی نہ اس کی حوصلہ افزائی کی اگرچہ دنیا اس معاملہ میں جھوٹ کا طومار باندھتی ہے کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلا۔ ہمارے حضرت مدنیؒ نے دورانِ سبق بخاری فرمایا کہ لوگ تلوار کی بات کرتے ہیں حالانکہ یہ تلوار خلقِ عظیم کی ہے۔ شمشیر فولادی نہیں۔ سوال فرماتے کہ ابتدائی برس ہا برس تکالیف و دکھ میں بھی اسلام کا نام لینے والوں کے سر پر کون سی تلوار لٹک رہی تھی؟ وہاں تو تلوار اسلام سے ہٹانے کے لیے تھی۔ اور پھر اس کے بعد خواجہ

اجمیریؒ، سید علی ہجویریؒ، حضرت مجدد الف ثانیؒ اور یہ
ہزاروں بندگان خدا جنہوں نے لاکھوں انسانوں کو
کلمہ اسلام پڑھایا اور تربیت دینی کی ان کے پاس کون
سی فورسز تھیں، کون سی قوت تھی، ظاہر ہے کہ قوت
تھی تو محض اخلاق نبوی کی اور بس! ان بزرگوں کو
چھوڑو۔ محمد بن قاسم، طارق بن زیاد وغیرہ جیسے مجاہدین
نے اسلام قبول کرنے کے لیے کون سا جبر کیا؟ اور
دو سو سال کے قریب انگریز نے دنیا کو اسلام سے
برگشتہ کرنے کے لیے کون سا حربہ اختیار نہیں کیا لیکن
بخوشی اسلام قبول کرنے والے وہیں کے وہیں رہے اس
لیے کہ ضابطہ یہ ہے کہ پیار کی جیت ہے۔ ظلم و جبر
کی ہار ہے۔ تقسیم ملک کے وقت بعض نام نہاد مدعیانِ
اسلام نے احمقانہ حرکات کیں کہ سکھوں کے کیس اور
ہندوؤں کی چوٹیاں کاٹیں لیکن اس قسم کی انفرادی
حرکات کا اسلام سے دور کا بھی واسطہ نہیں۔

اور اس سے آگے چلیں تو اسلام تو ہر حال میں
جوڑنے کی تعلیم دیتا ہے۔ صِلْ مَنْ قَطَعَكَ وَاعْفُ
عَنْ ظَلَمَكَ وَاَحْسِنْ اِلٰى مَنْ اَسَاءَ اِلَيْكَ۔ یعنی
جو توڑے اس سے جوڑ، جو ظلم کرے اسے معاف اور
جو برائی کرے اس سے نیکی کر۔ یہ اسلام کی تعلیم ہے۔ اور
اب اپنوں سے عداوت ہے، دشمنی ہے۔ اسلام نے تالیفِ قلب
کا تو فرمایا یعنی پیار سے جنگ جیتو۔ لیکن ظلم و جبر سے
منع کیا۔ لیکن اب جلسے جلوس اور اس قسم کے مشاغل کو
اسلام کا رکن بنا کر لڑائی جھگڑے کی بنا ڈالی جاتی ہے،
یہ چیزیں نہ ہمارے لیے ضروری ہیں نہ دوسرے مکاتب فکر
کے لیے! اور ہمارا تو مطالبہ ہے کہ اس قسم کے مشاغل
جو فساد و عناد کا باعث ہیں انہیں مکمل طور پر ختم کر
دیا جائے۔ ان پر پابندی لگا دی جائے جیسا کہ ایران و
عراق میں ہے۔ مساجد اور امام باڑوں میں جو چاہو کرو
لیکن کھلی جگہوں پر ایسی کوئی حرکت نہ ہو۔ آخر یہ کون سا
دینی شغل ہے کہ کھلی جگہ پر صحابہؓ پر سب و شتم ہو، ان
پر الزامات لگائے جائیں۔ ہماری تو دینی غیرت ان
خرافات کو دہرانے کی بھی اجازت نہیں دیتی۔ رہ گیا
شہادتِ حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مسئلہ تو ان کے لیے
احترام و عزت ہمارے دلوں میں حقیقی طور پر موجود ہے
اور اس معاملہ میں ذرا سی کوتاہی بربادیٔ ایمان کا اہم باعث
سمجھتے ہیں۔ ہاں اس کا الزام کس پر ہے۔ اس کا فیصلہ قیامت
کو ہوگا کم از کم ہم بری الذمہ ہیں اور رونے دھونے جیسے
مسائل کا تعلق بھی کوئی نہیں۔

ابھی کچھ دن پہلے ایک صاحب آئے انہوں نے بتلایا
کہ ہمارے معصوم بچہ کے ساتھ درندگی کا مظاہرہ کرنے والوں
نے بالآخر کنوئیں میں ڈال دیا۔ اب ہمارا سارا خاندان انتقام
پر اترا ہوا ہے لیکن میں کہتا ہوں کہ اگر ہمارے یہاں تعزیرات
اسلامی ہوتیں تو ایسے جرائم نہ ہوتے اور جو کوئی ہوتا تو
پھر مجرم اپنے کیے کی سزا بھگتتا۔ لیکن تیس سال کے قریب
ہوگئے پاکستان بنے۔ مذہب و کلمہ کے نام پر بنا کر اس میں
اسلامی آئین نافذ نہ کیا تو اپنے وجود سے محروم ہوگیا تقسیم
کے مرحلہ نے مسلمان کا وجود کئی حصوں میں بانٹ دیا لیکن
اتنی بڑی قربانی کے بعد اگر اسلام نصیب ہو جاتا اور انصار و
مہاجرین کا سچا کردار اپنا لیا جاتا تو پھر بھی بات تھی
لیکن اب تو ؎

نہ خدا ہی ملا نہ وصالِ صنم
نہ اِدھر کے رہے نہ اُدھر کے رہے

والی بات ہوگئی ہے۔ خدا رحم فرمائے۔

اللہ تعالیٰ نے تو احترام آدمیت میں محض انسان کے
جھوٹے کو پاک قرار دیا۔ اور یہاں باپ کا جھوٹا بیٹا پینے
کے لیے تیار نہیں۔

حضرتؒ کی زندگی میں ایک نکاح میں جانے کا اتفاق
ہوا، نئے پرانے وزراء کافی تعداد میں موجود تھے کھانا کھلانے
والے صاحبِ خانہ کے پاس آئے اور کہا کہ پیسے دیں ہم
بازار سے کھانا لے کر کھائیں۔ انہوں نے کہا وہ اتنا جو رکھا
ہے وہ کس کام جائے گا؟ تو کہا کہ وہ جھوٹا ہے۔ اس
پر میں نے کہا کہ دراصل یہ ہمارا معاشرتی جرم ہے کہ ہمارے
گھر میں جب ایک دوسرے سے نفرت کی جاتی ہے تو دوسرا
کیوں کھائے؟ بلکہ اس قسم کے جھوٹے کو خاکروب وغیرہ
کو حقیر سمجھ کر دے دیتے ہیں۔ حالانکہ وہ بھی انسان ہیں تو
میں نے کہا کہ اسلامی تعلیمات سے انحراف کا یہ نتیجہ ہے جس
سے ہم لوگ دوچار ہیں۔ ساتھ ہی میں نے ان کو قصہ سنایا

کہ میں حضرت کے ساتھ ابھی سفر عمرہ سے واپس آیا ہوں۔ وہاں معلّم صاحب نے بڑے طباق میں کھانا کھلایا۔ ان کے خادم ملازم بھی ساتھ تھے۔ اسی طرح والدہ مرحومہ نے بتلایا کہ ہم نے اکٹھا کھانا کھایا۔ اور معلم صاحب کے گھر کی مستورات کے علاوہ خادمائیں بھی ساتھ تھیں۔

یہ ہے اسلام کی تعلیم مساوات اور احترام انسانیت و آدمیت! یہی طرزِ عمل حضور علیہ السلام کا تھا۔ ہم نے اپنے شیخ مدنی کو اسی طرح دیکھا ہے۔ مہمان، میزبان چھوٹے بڑے سب مل کر ایک طباق میں کھا رہے ہیں اور جن معلم صاحب کا ذکر کیا جو کھانا مردوں نے بچایا وہی عورتوں نے مل جل کر کھا لیا۔ ہمارے حضرت مدنی تو مہمان کے بغیر کھانا تک نہ کھاتے۔ ایک مرتبہ ناشتہ میں کوئی نہ تھا تو صفائی کرنے والے خاکروب کو ساتھ بٹھا لیا۔ اور اس کے ساتھ ناشتہ کیا۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا کردار یہی تھا کہ بغیر مہمان کھانا نہ کھاتے۔ ایک مرتبہ نڈھال ہوگئے تو مہمان کافر ملا آپ نے اس کو ذرا سخت کہا تو فوراً خدا کی طرف سے وحی آئی کہ وہ میرا منکر اور میں اسے برابر دے رہا ہوں اور آپ نے ایک ہی مرتبہ یہ سلوک کیا۔ تو گویا خدا نے احترام سکھایا ہے ایک دوسرے کا —— تو بات کر رہا تھا کہ حضرت مدنی نے چائے پیش کی تو اس نے کہا میں اپنا برتن لاتا ہوں۔ آپ نے منع کیا اور اپنے برتن میں چائے پلائی۔ اس نے پی لی تو کہا برتن اپنے پاس رکھ لیتا ہوں پھر کام آئے گا۔ لیکن آپ نے واپس لے کر اس میں خود چائے پی۔

اس محدث کبیر اور ولی کامل کے طرز عمل کو دیکھ کر حیران ہوا، آخر گھر گیا بیوی بچوں سے مشورہ کیا، نہایا دھویا اور سب آکر مسلمان ہوگئے کہ ہم دھوکہ میں تھے یونہی عیسائیت کا شکار ہوگئے اسلام کو سمجھا ہی نہیں آج سمجھ آیا۔

وہ جمعدار اب دیوبند میں ہے۔ شرعی شکل و صورت اور بہت نیک آدمی ہے تہجد تک قضا نہیں کرتا اور شعبہ صفائی کا نگران ہے۔ یہ ایک اللہ والے کے حسن اخلاق کا اثر ہے اور دینی اقدار پہ عمل کرنے کی بات ہے۔ لیکن جیسا کہ بار بار عرض کیا کہ آج مسلمان کو اپنے حقیقی بھائی سے نفرت ہے۔

تو بات میں نے ابتدا میں امروٹ شریف کے حادثہ کی عرض کی تھی کہ آخر یہ دین ہے، ایمان ہے؟ جس پر قتل و غارت ہو۔ ہمارے حضرت فرماتے کہ اللہ کو عبادت سے پیغمبرؐ کو اطاعت سے اور مخلوق کو خدمت سے راضی رکھو۔ یہی دین کا خلاصہ ہے۔ اور ایسا فرق ضروری ہے۔ کہ بغیر فرق مراتب زندیقیت کا شکار ہونا لابدی ہے خدمت میں ماں باپ، بہن بھائی، اولاد اعزہ چھوٹے بڑے سب کے حقوق ہیں، الگ تھلگ ہیں ایک دوسرے کے حقوق اپنی اپنی جگہ ادا کرو۔ اسی طرح خدا، رسول کا معاملہ الگ تھلگ ہے جو قدرت نے حدود مقرر کی ہیں ان کے اندر رہ کر عمل پیرا رہو۔

بہرحال میں آخر میں ایک بار پھر یہ کہنا چاہتا ہوں کہ امن و سلامتی کے قیام کی خاطر اسلامی تعلیمات کا احیاء ازبس ضروری ہے اور بالخصوص اسلام و مذہب کے مقدس نام پہ جو مشاغل اور دھندے اپنا رکھے ہیں۔ ان کو محدود و پابند کیا جائے۔ اللہ تعالےٰ ہمارے عزیز سید منیر شاہ کی مظلومانہ موت کو ان کے لیے ان کے ماں باپ اور اعزہ کے لیے بلندی درجات کا باعث بنائے۔ انہیں کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائے۔

اور ساتھ ہی ہمارا مطالبہ ہے کہ ان کے خون ناحق سے ہولی کھیلنے والوں کا سختی سے محاسبہ کیا جائے اور آئندہ کے لیے ان تمام اسباب و ذرائع کو ختم کر دیا جائے جو اس قسم کے واقعات کا باعث بن سکتے ہیں۔

اللہ تعالےٰ ہمیں راہِ حق پہ چلنے کی توفیق بخشے ایجاد بندہ سے محفوظ و مامون رکھے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

سانحہ ارتحال

جالندھر موتی چور ہاؤس انارکلی لاہور کے مالک حاجی نذیر احمد صاحب انتقال کر گئے۔ چند دن پہلے جانشینِ شیخ التفسیرؒ نے ان کی عیادت فرمائی تھی اور پھر جنازہ بھی حضرت نے پڑھایا۔

خدام الدین کے تمام کارپرداز مرحوم کے چھوٹے بھائی حاجی بشیر احمد صاحب اور صاحبزادے رشید احمد، ظہیر احمد نیز دوسرے اعزہ کے غم میں برابر کے شریک ہیں۔

(ادارہ)

ایک سفر ایک داستان

(آخری قسط)

.... سے گھر تک

سید محمد طیب شاہ ہمدانی

بہرحال ہم اس علاقہ کا چکر لگاتے ہوئے ۱۲/ بجے کے قریب اعظمیہ بغداد جا پہنچے۔ چونکہ آج جمعۃ المبارک ہے۔ اس لیے خوشی ہوئی کہ مسجد الامام میں نماز جمعہ ادا کی جائے گی۔ مسجد میں پہنچے تو ایک بلند مقصورہ پہ بیٹھ کر ایک نابینا قاری بڑی خوش الحانی سے تلاوت کر رہے تھے۔ جناب خطیب نے دوسری آذان کے بعد بڑی مقفی اور مسجع عبارت میں بڑی مرصع تقریر کی۔ مضمون:

ان عدۃ الشھور عند اللہ اثنا عشر شھرا۔ تھا

نماز کے بعد دعا کا یہاں بھی رواج نہیں۔ نماز کے بعد لوگ فوراً سنن و نوافل میں مشغول ہو جاتے ہیں۔ یہ صرف ہمارے ہاں ہی رواج پا چکا ہے کہ امام نماز کے بعد دعا میں اتنی طوالت اختیار کرتے ہیں۔ کہ مقتدی جن میں کمزور، بیمار، سن رسیدہ، کثیر المشاغل لوگ ہوتے ہیں ان کا مطلقاً لحاظ نہیں کیا جاتا اور جہاں ائمہ غلو کی حد تک بڑھے ہوئے ہیں واقف کار وہ رستہ ہی چھوڑ جاتے ہیں۔ معلوم نہیں اس کا شرعی جواز کہاں سے حاصل کیا گیا ہے؟ بلکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے ائمہ کو فتنہ پرداز کے الفاظ سے یاد فرمایا ہے۔ نماز سے فارغ ہو کر براستہ یعقوبہ دعاطاقین رات کو عراق کی سرحدی چیکنگ پوسٹ پہ پہنچے، جہاں معمولی کاروائی کے بعد فراغت ہو گئی۔ یہیں ہمیں بی بی سی کی نشریات سے راولپنڈی میں عراقی سفارت خانہ سے اسلحہ پکڑنے کی اطلاع ملی۔ معلوم ہوا کہ اس کے قافلوں کو روکا نہیں گیا صرف اِدھر اُدھر پھرنے اور سیر کرنے کی اجازت بند کر دی گئی۔ اب سرحد ایران میں داخلہ ہوا۔ کافی تگ و دو کے بعد ۱۲ بجے شب انھوں نے اجازت تو دے دی۔ لیکن چیکنگ صبح پہ ملتوی کر دی جس سے صبح ۱۰ بجے فراغت ہوئی۔ اور ہم شام کے قریب کرمان شاہ پہنچ گئے۔ بازار میں واقع مسجد جامع میں قیام کیا۔ محرم کی وجہ سے صرف ہال کمرہ مسجد مل گیا۔ دوسرے کمرے میں اہل تشیع اپنے رسوم کی ادائیگی میں مشغول تھے۔ یہ کمرہ حضرت شیر خدا اور حضرت حسین کی فوٹو اور مناظر معرکہ کربلا کی تصویروں سے سجایا ہوا تھا۔ نماز مغرب ہم نے اسی مسجد میں ادا کی۔ مسجد کے خادم نے ہمیں مطلع کیا کہ مسجد میں ٹھہرنے کا کرایہ فی کس ایک تومان ادا کرنا ہوگا اور چارپائی استعمال کریں تو مزید ایک تومان دینا ہوگا۔ مسجد کے ہال کمرہ میں اگرچہ قالین بچھی تھی تاہم چارپائیوں اور کرسیوں کا ایک بڑا سا انبار لگا تھا۔ کارواں کو دیکھ کر چند معززین شہر بھی آئے، جنھوں نے ہم سے پوچھا کہ کسی نے تم سے کوئی رقم تو طلب نہیں کی۔ میں نے خادم مسجد کے مطالبے کا ذکر کیا تو انھوں نے بتلایا کہ کوئی ایسا مطالبہ پورا نہ کیا جاوے۔ پھر خادم مسجد کو بلا کر ایسا کرنے پر سرزنش کی۔ ہمارے لیے ایران میں ایسا سلوک ایک نیا تجربہ تھا۔ بعد میں چند لوگ ایسے بھی آئے۔ جنھوں نے ہمارے سنی ہونے پر اظہار تنفر کیا اور شیعہ سنی کے بارہ میں سوال کیے جنھیں لاجواب کر دیا گیا۔ ایک نوجوان تو ہماری حمایت پر اتر آیا۔ جس نے ان سب کو سرزنش کر کے بھگا دیا۔ پھر وہی نوجوان جس کا نام جعفر تھا، چند دوسرے نوجوانوں کے ہمراہ آیا۔ سب نے بوشرٹ اور پاجامے پھولدار پہنے ہوئے تھے۔ دلچسپی کی باتوں کی خواہش ظاہر کی۔ مجھے مذاق سوجھا اور کہا ہم ابھی سفر حج سے واپس آ رہے ہیں۔ غیر محرم لڑکیوں سے بات نہیں کر سکتے۔ لہٰذا لڑکیاں تشریف لے جاویں۔ ہم صرف لڑکوں سے بات کر سکتے ہیں۔ شرمندہ ہو گئے، اور کہا کہ ہم سب لڑکے ہیں، ہم میں کوئی لڑکی نہیں۔ میں نے کہا معاف کیجیے گا، یہاں لڑکے لڑکیاں ایک ہی شکل کی اور ایک جیسے لباس میں ملبوس ہیں۔ پہچانیں تو کیسے۔ میں نے انھیں لطیفہ سنایا کہ ہمارے ہاں بھی ایک سکھ قوم بستی تھی کہ جب تک ان کے بچوں میں داڑھی اور مونچھ نہ آگئی تھی۔ ان میں بھی نر و مادہ کی تمیز نہ ہوتی تھی۔ وہ اس گفتگو سے محظوظ ہونے کے ساتھ ساتھ شرمندہ بھی ہوئے۔ اب انھوں نے سوال اٹھایا کہ نئی خبر آئی ہے کہ سفارت خانہ عراق سے اسلحہ برآمد ہوا ہے۔ اس کے متعلق تمھارا کیا خیال ہے۔ میں نے کہا اصل واقعہ سے ہم بے خبر ہیں۔ تاہم اگر اس میں صداقت ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ عراق روس کا حلیف ہے اور پہلے بھی پاکستان کو نقصان ہندوستان کے ہاتھوں پہنچا ہے تو وہ بھی روس کی پشت پناہی سے ہوا ہے اور اگر عراق

سرحدی جھگڑے ایران سے اُٹھاتا ہے تو وہ بہ روس کی شہ پر، اگر واقعۃً کوئی بات ہے تو وہ بھی روس کا اشارہ ہوگا۔

درو سیاہ روسیاہ نیست بلکہ روسیاہ است۔ اس پر وہ بہت خوش ہوئے۔ جعفر نے مجھے اپنے ساتھ چلنے کی دعوت دی اور اپنی والدہ اور ہمشیرہ سے متعارف کروانا چاہا، لیکن اس کے شدید اصرار کے باوجود معذرت کر دی گئی جس پر وہ خفا ہو گیا۔ صبح کو ہم اس شہر کے بازار میں گھومتے رہے۔ کسی نے اس پر اعتراض نہ کیا۔ روانگی کے وقت چند اوباش نوجوان جمع ہو گئے اور انھوں نے ہماری بسوں پر جہاں مستورات بیٹھی تھیں برہنہ تصاویر پھینکنی شروع کر دی اور بے حیائی اور غنڈہ گردی کا مظاہرہ کرنا شروع کر دیا۔ متعینہ پولیس کو توجہ دلائی گئی، تو انھوں نے بے بسی کا اظہار کیا۔ آخر مجبوراً انھیں احساس دلانا پڑا کہ ہم باغیرت قوم ہیں اور ہم میں عزت کی حفاظت کے لیے کس بل ہیں تو ہمگڈ بمچ گئی۔ اب معلوم ہوا کہ پولیس عوام کے سامنے بے بس ہے۔ ویسے عوام بھی بے بس ہیں۔ جس بے حیائی اور بے غیرتی کی تہذیب میں وہ مبتلا ہیں۔ ان کے لیے ایسا مذاق ان کی تہذیب کا حصہ ہے جہاں کی تہذیب لانس و بد لامس کی قائل ہو، جو مذہبی طور پر گھنٹہ دو گھنٹہ یا ایک آدھ دن رات کے لیے وقتی نکاح کو جائز بلکہ باعث ثواب تصور کرتے ہوں۔ ان سے آپ اور کس بات کی توقع رکھ سکتے ہیں۔ یہاں سے روانہ ہو کر ایرانی پلصراط کوہ ہمدان کو رات کے وقت طے کیا۔ میدانی علاقہ میں کہیں بھی برف کا نام و نشان بھی نہ تھا۔ پہاڑ کے شروع ہوتے ہی برف کے ڈھیر آ گئے۔ سانپ کی طرح بل کھاتی پہاڑی سڑک آج کل برف باری رک جانے کی وجہ سے بالکل صاف ہے۔ اگرچہ دونوں طرف سے ۱۰، ۱۲ فٹ بلند برف کی دیواروں میں گھری ہوئی ہے۔ ہمدان کی بیرونی سڑک میں سے کارواں کو رواں دواں رکھا گیا اور ۱۲ بجے رات ساوہ پہنچ گئے لیکن مسجد مقفل تھی۔ اس لئے سفر جاری رکھا گیا اور اصفہان شہر کے باہر سڑک پہ کارواں روک کر نماز ادا کی۔ حوائج ضروریہ کھانے سے فارغ ہو کر روانہ ہو گئے۔ ہمارے پڑاؤ کے قریب ایک کارخانہ تھا جس میں چینی تیار ہوتی تھی اور چقندر سے بنتی تھی۔ جس کے ٹیلوں — ڈھیر کارخانہ کے اندر لگے ہوئے تھے۔ یہ چینی چوکور مصری کی ٹکیہ تیار ہوتی ہے یہاں چینی چائے میں نہیں ڈالی جاتی۔ بلکہ یہ لوگ منہ میں ٹکیہ رکھ کر قہوہ کے گھونٹ بھرتے ہیں۔ ہم نے ایک جگہ اسے استعمال کر کے دیکھا۔ سکرین کے شربت کی طرح اس کے استعمال کے بعد منہ کڑوا اور بدمزہ ہو جاتا ہے۔ اصفہان ان بڑے شہروں میں شمار ہوتا ہے

جہاں متعہ کے در پردہ زنا اور لواطت کا رواج ہے جس میں کسی مذہب و ملت کی کوئی قید نہیں۔ مجتہد حضرات کی مٹھی گرم کرنے کی دیر ہے وہ سب کچھ انتظام کر دیتے ہیں۔ پہلے ان باتوں پر یقین نہیں آتا تھا لیکن سفارتخانہ کے متعلقین کے بیان پر اعتماد کرنا پڑا۔ اور یہ نتیجہ ہے خاتم الانبیاء کی پیروی ترک کر کے یہودی النسل ابن سبا کے من گھڑت مذہبیت کو اختیار کرنے کا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

ظہر تک ستاکر روانہ ہو گئے اور یزد پہنچ گئے۔ اب یہاں بھی موسم خوشگوار ہو رہا تھا۔ پانی منجمد نہ تھا۔ رات گزار کر روانہ ہوئے تو بم پہنچ گئے۔ آج محرم کی دسویں رات ہے۔ لیکن باوجود سخت شیعہ ہونے کے یہاں کے ریڈیو پر ساز بج رہے تھے۔ اور گانا ہو رہا تھا ہماری قیامگاہ بیمارستان شاہ میں مقامی ملازمین بھی سوزخوانی اور مجالس وعظ میں شریک تھے۔ اسی وجہ سے پانی وہاں نہ تھا۔ متعینہ پولیس آفسر سے پوچھا تو اس نے بتلایا کہ مشین خراب اور مستری سوز خوانی میں شامل ہونے گیا ہے۔ مجھے مزاح سوجھا اور کہا دسویں محرم کو پانی بند کر دینا تو پرانی رسم چلی آ رہی ہے۔ ۷۰ حسینی مجاہدوں کا پانی بند کر کے آج تک بدنامی کا داغ آنسوؤں سے دھویا نہ جا سکا۔ پھر بھی اس کارواں کا پانی آپ نے بند کر دیا ہے۔ جس میں اس قافلے میں بہت زیادہ ۲۳۲ افراد شامل ہیں اور ان کا سربراہ بھی ابن حسین ہے۔ ہم تمھیں تسلی دیتے ہیں کہ ہمارا کسی یزید سے مقابلہ نہیں، اور نہ ہی ہم حکومت کے طلب گار ہیں۔ اس لیے ہمارے لیے کربلا نہ بناؤ اور مہربانی کر کے ہمارا پانی کھول دو۔ اس بات پر وہ اتنا محظوظ ہوا کہ ہنس ہنس کر لوٹ پوٹ ہو گیا، اور اسی وقت جا کر مستری کو مجلس وعظ سے لا کر مشین درست کروائی تو پانی میسر آیا۔

یہاں نہ تو جلوس ذوالجناح نکلتا ہے نہ ہی پیٹ پیٹ کر اپنے کو لہو لہان کیا جاتا ہے اور نہ ہی عموماً سیاہ لباس استعمال کیا جاتا ہے۔ ہاں مجالس وعظ ہوتی ہیں۔ جن میں کافی اجتماع ہوتا ہے اور مقام وعظ کو روشنیوں اور جھنڈیوں سے اتنا سجایا جاتا ہے کہ شادی و تفریح کا گمان ہوتا ہے۔ ہم نے اگرچہ ڈرائیوروں کو ہدایت کر دی تھی کہ مختلف آوازوں والے ہارن نہ بجائیں۔ تاکہ یہ لوگ برا نہ منائیں لیکن یہاں طوطیاں اور نقارے بج رہے تھے۔ مذکورہ بالا پولیس آفیسر سے معلوم ہوا کہ ایران میں آبادی کا تناسب اس طرح ہے کہ شیعہ ۵۰٪، سنی ۳۰٪، آتش پرست ۱۰٪، یہودی و عیسائی ۱۰٪ بعض علاقوں میں سکھ قوم بھی آباد ہے۔ خصوصاً زاہدان میں، جہاں ہم بم سے روانہ ہو کر رات کو پاکستان قونصلیٹ میں مقیم ہوئے، جہاں ہمارے ساتھ

(باقی صفحہ ۲۰ پر)

ثمرات الاوراق

خطیب اسلام مولانا محمد اجمل مدظلہ

فضیل بن عیاضؒ اور ہارون الرشید

فضل بن ربیع کا بیان ہے کہ ایک دن میں اپنے گھر میں تھا۔ کپڑے اتار کر سونے کی تیاری کر رہا تھا کہ اچانک زور دار دستک کی آواز سنائی دی۔ میں نے گھبرا کر کہا کون ہے۔ دستک دینے والے نے کہا باہر آیئے۔ امیرالمومنین تشریف لائے ہیں۔ میں اپنے کپڑوں میں الجھتے ہوئے دوڑ کر باہر نکلا تو کیا دیکھتا ہوں۔ کہ خلیفہ ہارون الرشید میرے دروازے پر کھڑے ہیں۔ چہرے پر فکر و غم کے آثار نمایاں ہیں میں نے کہا اے امیرالمومنین اگر آپ بلا بھیجتے تو میں خود آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا۔ آپ نے خواہ مخواہ آنے کی زحمت گوارا کی۔ خلیفہ نے جواب دیا ان باتوں کو چھوڑ دو۔ اصل معاملہ یہ ہے کہ آج رات کچھ ایسا خیال دل میں آیا کہ جس نے نیند اڑا دی۔ اور دماغ کو پریشانی میں مبتلا کر دیا۔ کوئی ایسا عالم باعمل بتلاؤ۔ جس کے سامنے میں اپنی الجھن پیش کر سکوں۔ فضل بن ربیع کا بیان ہے کہ میں خلیفہ کو لے کر اس وقت کے مشہور زاہد فضیل بن عیاض کے پاس پہنچا۔ دیکھتا ہوں کہ وہ اپنے حجرے میں نماز میں مشغول ہیں۔ اور ان کی زبان پر یہ آیت ہے۔ اَمْ حَسِبَ الَّذِیْنَ اجْتَرَحُوا السَّیِّاٰتِ اَنْ نَّجْعَلَهُمْ كَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَوَآءً مَّحْیَاهُمْ وَمَمَاتُهُمْ سَآءَ مَا یَحْكُمُوْنَ (جاثیہ) کیا مجرموں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ ہم ان کو ان لوگوں کے برابر درجہ دیں گے جو ایمان لائے۔ اور جنہوں نے نیک اعمال کئے ہیں۔ ان کی زندگی اور موت دونوں برابر شمار ہوگی۔ کیا ہی بُرا ہے جو وہ فیصلہ کرتے ہیں۔ خلیفہ ہارون نے کہا اگر کسی شخص سے فائدہ اٹھا سکتے ہو تو وہ یہی بزرگ ہیں۔ میں نے دروازے پر دستک دی۔ اندر سے جواب ملا۔ کون میں نے کہا امیرالمومنین تشریف لائے ہیں۔ انہوں نے جواب دیا۔ میرا ان سے کیا تعلق، میں نے کہا سبحان اللہ۔ کیا آپ پر ان کی اطاعت واجب نہیں ہے۔ فضیل بن عیاض نے

جواب دیا کیا یہ آنحضورؐ کی حدیث نہیں۔ لَیْسَ لِلْمُؤْمِنِ اَنْ یُّذِلَّ نَفْسَہٗ مومن کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے نفس کو ذلیل کرے۔ پھر وہ اپنے بالاخانے سے اترے۔ اور دروازہ کھول کر اپنے کمرے میں واپس چلے گئے۔ اور چراغ بجھا دیا اور کمرے کے ایک کونے میں دبک کر بیٹھ گئے ہم دونوں ان کو ٹٹولنے لگے۔ مجھ سے پہلے خلیفہ ہارون الرشید کا ہاتھ فضیل تک پہنچ گیا۔ اس موقعہ پر انہوں نے کہا اُفوہ کیا نرم نازک ہتھیلی اگر اللہ کے عذاب سے نجات پا جائے فضل بن ربیع نے کہا کہ میں نے اپنے دل میں سوچا کہ آج ایک پارسا دل سے پاکیزہ کلام سنیں گے۔ خلیفہ نے فضیل بن عیاض کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ جس غرض کے لئے ہم آئے ہیں اس کے بارے میں کچھ بات کیجئے اللہ آپ پر رحم فرمائے۔ فضیل نے کہا آپ کس کام کے لئے آئے ہیں؟ آپ کا تو یہ حال ہے کہ رعیت کے گناہ آپ نے اپنے اوپر لاد لئے ہیں۔ اس رعیت کو ذلت و رسوائی کا عذاب چکھایا ہے۔ آپ نے اور آپ کے افسروں نے جو گناہ کئے ہیں ان گناہوں کی سزا بھی آپ کو ملے گی۔ آپ کے بل بوتے پر انہوں نے دنیا میں فساد برپا کیا۔ اور آپ ہی کے سہارے ظلم و ستم کے پہاڑ توڑے۔ لیکن یہی لوگ قیامت کے دن آپ کو سب سے زیادہ ناپسند ہوں گے اور سب لوگوں سے پہلے آپ سے کنارہ کشی اختیار کر لیں گے۔ حساب کے دن اگر آپ ان سے یہ مطالبہ کریں گے کہ آپ کے گناہ کا بوجھ وہ اٹھا لیں تو وہ کبھی بھی ایسا نہیں کریں گے۔ جو شخص آج جس قدر محب ہے۔ وہ اسی قدر قیامت کے روز آپ سے دُور بھاگے گا فضیل بن عیاض نے کہا عمر بن عبدالعزیز کو جب خلافت کا منصب سونپا گیا تو انہوں نے اپنے زمانے کے تین نیک علماء کو بلایا۔ یعنی سالم بن عبداللہ محمد بن ابی کعب اور رجاء بن حیات ان سے عمر بن عبدالعزیز نے کہا میں اس آزمائش میں پھنس گیا ہوں۔ مجھے مشورہ دو۔ فضیل نے ہارون الرشید کو مخاطب ہوئے کہا عمر بن عبدالعزیز نے منصب خلافت کو ایک آزمائش اور

مصیبت قرار دیا۔ اور آپ نے اور آپ کے ساتھیوں نے اسے ایک نعمت غیر مترقبہ سمجھا۔ عمر بن عبدالعزیزؒ کے سوال کے جواب میں تینوں احباب نے باری باری کہا۔

(۱) سالم بولے اگر آپ کل نجات کے متمنی ہیں تو اس دنیا سے روزہ رکھ لیجئے یعنی دنیا کی ہوس سے پرہیز کیجئے اور اس روزے کو موت کے پیالے سے افطار کیجئے (۲) محمد بن کعب نے کہا اگر تم نجات چاہتے ہو تو تمہارا فرض ہے جو مسلمانوں میں سن رسیدہ ہیں۔ ان کو بمنزلہ باپ کے سمجھو اور جو درمیانی عمر کے ہیں۔ ان سے بیٹوں جیسا برتاؤ کرو (۳) رجاء بن حیات نے کہا اگر تم کل کے عذاب سے نجات کی تمنا رکھتے ہو۔ تو عام مسلمانوں کے لئے وہی پسند کرو جو تم اپنے لئے پسند کرتے ہو' اور ان کے لئے وہی چیز ناپسند کرو جو تم اپنے لئے ناپسند رکھتے ہو۔ پھر اسی حال میں تمہارا خاتمہ ہو جائے۔ تو پرواہ نہیں۔

خلیفہ کو مخاطب کرتے ہوئے فضیل کہتے ہیں کہ اے ہارون مجھے اس دن کا بہت ہی ڈر ہے جس دن لوگوں کے قدم پھسل جائیں گے۔ یہ سن کر خلیفہ ہارون الرشید پر رقت طاری ہو گئی اور روتے روتے ان کی ہچکی بندھ گئی۔

اس موقعہ پر فضل بن ربیع نے کہا امیر المومنین پر رحم کیجئے فضیل بن عیاض نے فرمایا کہ تم اور تمہارے ساتھی تو اس کی تباہی کا ساماں کر رہے ہیں اور تم مجھ سے رحم کی درخواست کرتے ہو۔ اس کے بعد خلیفہ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا۔ اے حسین وجمیل چہرے والے تو ہی وہ شخصیت ہے جس سے اللہ تعالےٰ قیامت کے دن اپنی مخلوق کے بارے میں باز پرس کرے گا۔

اگر تم اس دن اپنے چہرے کو اللہ کے عذاب سے بچا سکتے ہو تو بچا لو۔ سنو، کبھی ایسا نہ ہو کہ تم صبح و شام اس حالت میں گذارو کہ تمہارے دل میں اپنی رعایا میں سے کسی طرف سے کھوٹ ہو۔ اس لئے نبی علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ جس نے اپنی رعایا سے خیانت کی۔ اور ان سے کینہ رکھا وہ جنت کی مہک بھی نہیں پائے گا۔ ہارون الرشید زار و قطار رونے لگا۔ آخر میں اس نے کہا کیا آپ پر کوئی قرض ہے فضیل نے کہا ہاں میرے رب کا مجھ پر قرض ہے جس کا اس نے اب تک حساب نہیں لیا ہے۔ میرے لئے تباہی ہے اگر میرے رب نے مجھ سے پوچھ گچھ کی۔ اور میرے لئے بربادی ہے۔ اگر اس نے مجھ سے باز پرس کی۔ میرے لئے ہلاکت ہے اگر میرے پاس اس دن کوئی دلیل یا عذر نہ ہوا۔ ہارون الرشید نے کہا میرا اس سوال سے مطلب یہ ہے کہ مخلوق میں سے آپ پر کسی کا قرض ہے تو بتائیے۔ فضیلؒ نے جواب دیا۔ کہ مجھے میرے رب نے اس کا حکم نہیں دیا۔ اس کا تو ارشاد ہے وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ۔ مَا اُرِيْدُ مِنْهُمْ مِّنْ رِّزْقٍ وَّمَا اُرِيْدُ اَنْ يُّطْعِمُوْنِ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِيْنُ میں نے جن وانس کو نہیں پیدا کیا۔ مگر عبادت کے لئے ان سے رزق کا طالب نہیں ہوں۔ اور نہ میں ان سے چاہتا ہوں کہ وہ مجھے کھانا کھلائیں بےشک اللہ تعالےٰ ہی رزاق اور قوی و زبردست ہے۔ ہارون الرشید نے کہا یہ ہزار دینار ہیں ان کو اپنے اہل و عیال میں خرچ کیجئے اور ان سے عبادت کے لئے اپنے اندر قوت پیدا کیجئے۔ فضیلؒ نے کہا سبحان اللہ! میں آپ کو نجات کا راستہ بتاتا ہوں اور آپ مجھے یہ معاوضہ دے رہے ہیں۔ فضل بن ربیع کا بیان ہے کہ ہم ان کے مکان سے باہر نکلے تو خلیفہ ہارون نے کہا آئندہ جب کبھی ضرورت پیش آئے تو اس قسم کے عالم کے پاس مجھے لے جانا۔ یہ شخص تو اس دور میں مسلمانوں کا سردار ہے۔ واقعی ایسا شخص مسلمانوں کا سردار نہ ہو تو اور کون ہو گا۔ انہی بزرگ کا قول ہے اگر علماء دنیا سے بے رغبت ہو جائیں تو بڑے بڑے سرکش جبار ان کے قدموں کو چوم لیں۔ یہ شخصیت ہے جس کے پاس خلیفہ وقت نصیحت طلب کرنے کے لئے حاضر ہوئے اور روتے روتے اس کی باتیں سنیں۔ اور شکر گذار ہو کر ان کے پاس سے اپنے گھر لوٹا۔ (انتہا)

حکمرانوں سے بے نیازی

خلیفہ ابو جعفر منصور کے پاس جلیل القدر عالم سفیان ثوری لائے گئے خلیفہ نے ان سے کہا کوئی ضرورت ہو تو پیش کیجئے۔ انہوں نے جواب دیا۔ اِتَّقِ اللّٰهَ (اللہ سے ڈرو) تم نے خدا کی زمین کو ظلم و ستم سے بھر دیا ہے خلیفہ نے اپنا سر جھکا لیا۔ پھر دوبارہ اس نے یہی سوال کیا۔ امام ثوری نے جواب میں کہا کہ تمہیں یہ خلافت کا منصب مہاجرین و انصار کی تلواروں کی وجہ سے ملا ہے۔ آج ان کی اولاد بھوکوں مر رہی ہے۔ اللہ سے ڈر اور ان کے حقوق ادا کر۔ منصور نے پھر سر جھکا لیا اور شکریہ ادا کرتے ہوئے۔ پھر یہ سوال دہرایا کوئی ضرورت ہو تو پیش کیجئے لیکن سفیان ثوری شان بے نیازی کے ساتھ دربار سے نکل آئے اور اس کے اس سوال کا جواب نہ دیا۔

علم کی قیمت

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے صاحبزادے حماد نے سورہ فاتحہ ختم کرلی تو امام نے معلم کو ایک ہزار درہم عطا کیے، معلم نے امام رحمہ اللہ سے کہا "میں نے ایسا کون سا بڑا کام کیا ہے، کہ اتنی بڑی رقم آپ نے عطا کردی ہے"۔ امام رحمہ اللہ نے معلم کو جواب دیا "تم نے میرے بچے کو جو کچھ سکھایا ہے۔ اسے حقیر مت سمجھو۔ خدا کی قسم اگر میرے پاس اس سے زیادہ رقم ہوتی تو میں بے تامل وہ بھی دے ڈالتا۔

مراعاتِ ادب

حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو حسن ادب کا بڑا خیال رہتا تھا۔

ایک مرتبہ آپ دونوں چلے آرہے تھے۔ اتنے میں ایک آدمی پر نظر پڑی جو وضو کر رہا تھا لیکن بے ڈھنگے طریقہ پر، نہ اس نے منہ صحیح طور پر دھویا تھا۔ نہ ہاتھوں کا ٹھیک طرح غسل کیا تھا۔ پاؤں کا کچھ حصہ خشک چھوڑ دیا تھا۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے جب یہ دیکھا تو چاہا کہ اسے ٹوکیں۔ لیکن وہ شخص سن میں ان دونوں سے کسی قدر بڑا تھا لہٰذا اس کی بزرگی کی وجہ سے یہ کہنا اچھا معلوم نہیں ہوا کہ آپ نے وضو غلط کیا۔ اسے پھر سے دہرا لیجیے کیونکہ اس سے اس کی خجالت کا اندیشہ تھا، اور یہ مقصود نہ تھا۔

آخر کچھ دیر سوچ وبچار کرنے کے بعد دونوں بھائیوں میں سے ایک نے آگے بڑھ کر کہا، "اے مرد بزرگ! یہ میرا بھائی یہ خیال کرتا ہے کہ وہ مجھ سے بہتر اور صحیح تر وضو کر سکتا ہے۔ لہٰذا ہم دونوں آپ کے سامنے وضو کرتے ہیں آپ ملاحظہ فرمائیے اور فیصلہ کیجئے!

پھر دونوں نے بہت اچھی طرح تمام ارکان کے ساتھ وضو کیا۔ وہ شخص دیکھتا رہا اور سمجھ گیا کہ میری اصلاح کی جا رہی ہے۔ اس نے کہا میرے عزیزو! میں تمھاری اس باادب بات کا شکر گذار ہوں تم دونوں سے میں نے دیکھ لیا کہ وضو کس طرح کرنا چاہیے۔ دیکھو میں تمھارے سامنے پھر وضو کرتا ہوں۔

دو چیزیں: اچھی بھی اور بُری بھی!

لقمان حکیم کو ایک مرتبہ ان کے آقا نے ایک بکری دی اور حکم دیا کہ اسے ذبح کر دو اور اس کی بدترین چیزیں میرے سامنے لاؤ۔ لقمان حکیم نے بکری ذبح کی اور آقا کے سامنے زبان اور دل لاکر پیش کر دیا۔

دوسری مرتبہ پھر آقا نے ایک بکری دی اور کہا: اس مرتبہ جو سب سے اچھی چیز ہو لاکر پیش کرو؛ اب کی بار بھی لقمان نے وہی چیزیں پیش کیں اور کہا۔ اے میرے آقا، یہ دونوں چیزیں بد ہوں تو ان سے بڑھ کر بدترین کوئی چیز نہیں، اور اگر نیک ہوں تو ان سے بڑھ کر بہترین کوئی چیز نہیں

امام بخاری کا واقعہ

حضرت امام بخاری طلب حدیث میں ایک شخص کا شہرہ سن کر اس کے پاس پہنچے۔ اس شخص کا گھوڑا بھاگ گیا تھا اور وہ اپنی چادر کی گٹھڑی بنا کر اسے دکھاتے ہوئے بلا رہے تھے گویا اس میں اناج ہے جو اسے دیں گے۔ گویا لالچ میں آگیا۔ اپنے مالک کے پاس پہنچا انھوں نے اسے پکڑ لیا۔ امام بخاری نے اس شخص سے پوچھا۔ آپ کے پاس اناج تھا؟ وہ بولا نہیں! میں نے تو یوں ہی اسے پکڑنے کے لیے گٹھڑی بنا کر دکھائی تھی۔ امام بخاری نے کہا، اس شخص سے میں علم حدیث نہیں حاصل کر سکتا۔ جو جانور تک سے جھوٹ بولتا ہو"! (نزہتہ المجالس)

اپنی ذہانت سے اپنا مسروقہ گھوڑا ایک مکار سے برآمد کر لینا۔

ایک کسان کا گھوڑا چوری ہو گیا۔ دوسرے دن بازار لگ رہا تھا۔ وہ ایک نیا گھوڑا خریدنے کے لیے بازار پہنچا۔ وہاں ایک اصطبل میں دوسرے گھوڑوں کے ساتھ اپنا گھوڑا بھی بندھا ہوا دیکھا۔ اس نے کہا، یہ تو میرا گھوڑا ہے۔ جو کل رات چوری ہو گیا تھا! اصطبل کے مالک نے جواب دیا، بالکل غلط! یہ تو سال بھر سے میرے پاس ہے۔ تمھیں دھوکا ہوا ہے میرے بھائی!۔ کسان نے گھوڑے کی دونوں آنکھوں پر اپنا ہاتھ رکھ لیا۔ اور کہا تمھیں خدا کی قسم سچ سچ کہنا۔ بتاؤ یہ کس آنکھ سے اندھا ہے؟ اصطبل کے مالک نے کہا "داہنی آنکھ سے"، کسان بولا، "جھوٹ!" اصطبل کے مالک نے کہا ہاں مجھ سے غلطی ہوئی ہے۔ بائیں آنکھ سے نہیں دیکھتا! کسان کہنے لگا، یہ بھی جھوٹ۔ گھوڑے کی دونوں آنکھیں صحیح سلامت ہیں یہ دیکھو! پھر کسان نے کہا "تم پر ثابت ہو گیا تو پورے دھوکے باز ہو۔ مکار اور چور ہے"۔

اب تو اصطبل کا مالک لاجواب ہو گیا اور اس سے کوئی جواب نہ بن سکا اور چپ چاپ خاموش کھڑا رہا۔ کسان نے کہا "میں چلا اور گھوڑے کو ساتھ لیے جاتا ہوں" یہ کہہ کر کسان نے گھوڑے کو نکالا اور اس پر بیٹھا۔ ایڑی لگائی اور ہوا ہو گیا۔ اصطبل کا مالک ٹکر ٹکر

(باقی صفحہ ۱۶ پر)

رپورٹ: زاہد الراشدی

اکابر کا مشن اور طلبہ کے فرائض

جمعیۃ طلبۂ اسلام پاکستان کی مرکزی مجلس عمومی کا انتخابی اجلاس ۱۷، ۱۸ جنوری ۱۹۷۶ء کو مدرسہ قاسم العلوم شیرانوالہ گیٹ لاہور میں زیر صدارت مرشدی حضرت مولانا عبید اللہ انور دامت برکاتہم منعقد ہوا جس میں آئندہ سال کے لیے جناب محمد اسلوب قریشی کو جمعیۃ طلبۂ اسلام پاکستان کا صدر اور جناب اقبال احمد شیرانی جھنگ (۲) جناب فضل الرحمٰن دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک (۳) جناب حسین احمد کوئٹہ اور (۴) جناب محمد سلیم شاہد سندھ کو ان کے معاونین منتخب کیا گیا اور طے پایا کہ صدر جمعیۃ اپنے معاونین کی مدد سے ایک سال تک جمعیۃ طلبۂ اسلام پاکستان کے نظم و نسق کو کنٹرول کریں گے۔ اس موقع پر حضرت مولانا عبید اللہ انور مدظلہ نے طلبہ سے مفصل خطاب فرمایا جس کے اہم حصے قارئین کی خدمت میں پیش کئے جا رہے ہیں۔

(راشدی)

علم کی اہمیت

علم اور طالب علم کی جتنی تعظیم و توقیر اسلام میں ہے اور کسی مذہب میں نہیں کیونکہ اسلام خود مذہب علم ہے اور اس کی ابتداء ہی علم و قلم سے ہوئی۔ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر سب سے پہلے جو وحی نازل ہوئی وہ یہ تھی :-

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِىْ خَلَقَ ۝ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۝ اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ الَّذِىْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۝ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ۔ (العلق)

ترجمہ: اپنے رب کے نام سے پڑھئے جس نے سب کو پیدا کیا۔ انسان کو جمے ہوئے خون سے پیدا کیا۔ پڑھئے اور آپ کا رب سب سے بڑھ کر کرم والا ہے۔ جس نے قلم سے سکھایا۔ انسان کو سکھایا جو وہ نہ جانتا تھا۔

اور خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا — اِنَّمَا بُعِثْتُ مُعَلِّمًا میں معلم بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ اور فرمایا کہ اُطْلُبُوا الْعِلْمَ مِنَ الْمَهْدِ اِلَى اللَّحْدِ ماں کی گود سے قبر تک علم حاصل کرتے رہو۔

تربیت کی اہمیت

لیکن اسلام نے علم کے ساتھ عمل اور تربیت کو بھی لازم قرار دیا ہے۔ کیونکہ عمل کے بغیر علم شیطنت اور گمراہی کا باعث ہے اور بے عمل عالم کا دماغ شیطان کا آلہ کار بن جاتا ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے آسمان سے صرف قرآن پاک نہیں اتارا کہ اسے پڑھ کر عمل کرتے رہو۔ بلکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی مبعوث فرمایا۔ جنہوں نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی تربیت فرمائی۔ ان کی سیرت سازی کی۔ جس کے نتیجہ میں یہ گروہ انبیاء کرام علیہم السلام کے بعد دنیا کا مقدس ترین گروہ بن گیا پھر صحابہ کرامؓ نے تابعین کی تربیت کی، تابعین نے اتباع تابعین کی سیرت سازی فرمائی اور انہوں نے بعد میں آنے والے بزرگوں کی تربیت کی اور اسی طرح یہ سلسلہ آج تک چلا آ رہا ہے۔

اکابر کا اسوہ

ہمارے اکابر و اسلاف کا بھی یہی سلسلہ رہا ہے۔ آپ اپنے بزرگوں پر نگاہ ڈالیں۔ جو بزرگ علم میں جس قدر بڑے ہیں تقویٰ، عمل، عزم اور استقامت میں بھی اتنے ہی پختہ ہیں۔ حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ اور حضرت

مولانا ابوالکلام آزاد اور دیگر بزرگوں کی مثال سامنے ہے اور ہمارے موجودہ بزرگوں میں سے حضرت درخواستی مدظلہ اور حضرت مولانا مفتی محمود مدظلہ کی شخصیتیں موجود ہیں ۔ حضرت مفتی صاحب مدظلہ کو اللہ تعالےٰ نے علم جتنا پختہ دیا ہے اسی قدر ان میں عزم و استقامت بھی ہے ۔ لیکن اس کے باوجود انہیں اپنے علم پہ گھمنڈ نہیں اور وہ اپنے آپ کو اکابر و اسلاف کی طرح اب بھی طالب علم سمجھتے ہیں ۔

مدارس کی تقسیم

اسلام میں علم خدا کی پہچان اور اس کے احکام و فرامین کی معرفت کا نام ہے ۔ ہنر اور فن دنیا کے لحاظ سے تو اہمیت رکھتے ہیں لیکن علم نہیں ۔ انگریز جب ہمارے ملک میں آیا اور ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں ظاہری ناکامی ہوئی تو مسلمان قوم دو حصوں میں تقسیم ہو گئی ایک گروہ کو اپریٹو تھا جس نے انگریز کی تعلیم ، تہذیب ، کلچر اور طرز معاشرت کو قبول کر لیا اور سرکار کے دفتر میں نوکری ، سر ، رائے بہادر اور خان بہادر قسم کے خطابات ، جاگیر و جائیداد ، اولاد کو یورپ میں تعلیم کی سہولت اور اس قسم کی سہولتیں ان کا مطمح نظر اور منتہائے مقصود تھیں ۔ اس گروہ نے علی گڑھ یونیورسٹی قائم کر کے لارڈ میکالے کے نظام تعلیم کے تحت انگریز سرکار کو کلرک فراہم کیے ، اس کے نظام کو چلایا اور اسلام کے بنیادی عقائد سے انحراف کا آغاز کیا ۔ بنیادی عقائد سے انحراف اور معجزات کا انکار سب سے پہلے سر سید احمد خان نے کیا ۔ پھر ان کے نقش قدم پر چلتے ہوئے مرزا غلام احمد قادیانی ، عنایت اللہ مشرقی ، غلام احمد پرویز ، ڈاکٹر فضل الرحمن اور دوسرے لوگوں نے اپنے ملحدانہ مکاتیب فکر کی بنیاد رکھی اس کے برعکس دوسرا گروہ نان کوآپریٹو تھا جو ہمارے اکابر و اسلاف کا قافلہ ہے ۔ انہوں نے انگریز کی تعلیم کو قبول کرنے کی بجائے دینی تعلیم کے مدارس قائم کیے ۔ فرنگی تہذیب و طرزِ معاشرت کو اپنانے کی بجائے اسلامی اقدار و روایات کی پابندی کو سعادت سمجھا ۔ انگریز سے تعاون کی بجائے اس کے خلاف مسلسل جدوجہد کا راستہ اپنایا اور ان بزرگوں کی فراست کی داد دینا پڑتی ہے کہ انہوں نے آغاز میں ہی انگریزی تعلیم و تربیت کے نقصانات کا اندازہ کر لیا تھا ۔

دین کی اجتماعی تجدید

ہمارے بزرگوں نے دین حق کی حفاظت اور الحاد و بے دینی کے سدِباب کے لیے اتنی خدمات سرانجام دی ہیں کہ تاریخ میں ان کی مثال نہیں ملتی ۔ حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب مدظلہ فرماتے ہیں کہ پہلے انفرادیت کا دور تھا اس لیے مجدد انفرادی شکل میں آتے رہے اور دینِ حق کی تجدید کا فریضہ انجام دیتے رہے ۔ اب چونکہ اجتماعیت کا دور ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے اس دور میں دین حق کی تجدید کا عظیم الشان کام علمائے کرام کے ایک گروہ سے لیا اور ہمارے بزرگوں نے اجتماعی طور پہ تجدیدی خدمات سرانجام دیں ۔

دو مکاتبِ فکر

عصری سکولوں اور دینی مدارس کا سلسلہ وسیع ہونے کے ساتھ ہی دو مستقل مکاتبِ فکر ہمارے معاشرہ میں وجود پذیر ہو گئے جو ایک دوسرے کی ضد تھے حتیٰ کہ ایک ہی گھرانہ کے افراد میں سے اگر ایک نے دینی مدرسہ میں تعلیم حاصل کی ہے اور دوسرا کالج کا تعلیم یافتہ ہے تو ان کی بود و باش ، وضع قطع ، لباس ، گفتگو اور طرزِ معاشرت میں اتنا واضح فرق ہوتا ہے کہ وہ ایک گھرانہ تو کجا ایک قوم کے افراد بھی معلوم نہیں ہوتے ۔ اسی تفریق کے نقصانات کو سامنے رکھتے ہوئے شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسنؒ نے علی گڑھ یونیورسٹی کے ارباب حل و عقد سے گفت و شنید کر کے یہ طے کرایا تھا کہ علی گڑھ یونیورسٹی کے ۵ طلبہ دار العلوم دیوبند میں دینی تعلیم حاصل کریں ۔ اور دار العلوم دیوبند کے ۵ طلبہ علی گڑھ یونیورسٹی میں عصری علوم سے مناسبت پیدا کریں لیکن یونیورسٹی سے طلبہ کا جو پہلا بیچ دار العلوم میں آیا اس نے انگریز کے لیے جاسوسی شروع کر دی جس کے نتیجہ میں یہ بیل منڈھے نہ چڑھ سکی ۔

مولانا سندھیؒ کی آرزو

حضرت مولانا عبید اللہ سندھیؒ جب وطن واپس تشریف لائے تو بعض حضرات نے ان سے کہا ۔ کہ لوگ تو یہ آرزو کرتے ہیں کہ انہیں حرمین شریفین میں موت نصیب ہو لیکن آپ بڑھاپے میں واپس ہندوستان آ گئے ۔ اس کی کیا وجہ ہے ؟ مولانا سندھیؒ نے فرمایا ۔ میں قوم کو ووٹ کی قیمت سمجھانے آیا ہوں اور اس لیے آیا ہوں کہ اپنی قوم کو یہ بات سمجھاؤں کہ آئندہ قومی تحریکات میں

معاشیات و اقتصادیات کو بنیادی اہمیت حاصل ہوگی اور ہمارے محدثین میں سے سب سے زیادہ حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے ان مسائل پر بحث کی ہے اور جدید دور کے تقاضوں کے مطابق ان مسائل کا حل پیش کیا ہے حالانکہ اس وقت کارل مارکس کی پیدائش کو ایک صدی کا عرصہ باقی تھا لیکن بدقسمتی سے حضرت شاہ ولی اللہؒ کو نشرو اشاعت کے وسائل و ذرائع میسر نہ تھے اس لیے ان کی تعلیمات دنیا تک نہ پہنچ سکیں جبکہ کارل مارکس نے پروپیگنڈا اور ابلاغ عامہ کے ذرائع سے فائدہ اٹھا کر اپنے افکار کو دنیا تک پھیلایا اور اس کی تعلیمات دنیا کے معاشی نظام میں انقلاب کی بنیاد بن گئیں۔ مولانا سندھیؒ فرماتے تھے میری خواہش ہے کہ طلبہ کو کارل مارکس اور حضرت شاہ ولی اللہؒ کی تعلیمات کا تقابلی مطالعہ کراؤں اور دینی مدارس اور عصری کالجوں کے طلبہ کے مشترکہ گروپ حضرت شاہ ولی اللہؒ کے افکار کو دنیا میں پھیلائیں۔ اس مقصد کے لیے آپ نے شاہ ولی اللہؒ کالج اور اس قسم کے اداروں کے منصوبے بنائے لیکن آپ کی عمر نے وفا نہ کی۔

طلبہ کی ذمہ داری

آج ضرورت ہے کہ اس اہم کام کی نیو اٹھائی جائے۔ علماء اور عصری علوم کے ماہرین اور طلبہ کے گروپ بنیں اور اکابر و اسلاف کی جد و جہد، ان کی خدمات، کارناموں اور ان کی تعلیمات پر تحقیقات کی جائیں اور نئی نسل کو ان سے آگاہ کیا جائے۔ اکابر کی تعلیمات کو جدید رنگ اور دوسری زبانوں میں پیش کرنے کی شدید ضرورت ہے اور اس مقصد کے لیے جمعیۃ طلبۂ اسلام مثبت خدمات سرانجام دے سکتی ہے۔ آپ کو علماء حق کی قیادت میسر ہے آپ کو اللہ تعالیٰ نے بہت سی صلاحیتوں سے نوازا ہے۔ آپ نے دینی مدارس اور کالجوں کے طلبہ کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کر کے تاریخی کارنامہ سرانجام دیا ہے۔ آپ نے سول نافرمانی اور تحریک ختم نبوت میں اپنی صلاحیتوں، استقامت اور جرأت و حوصلہ کا لوہا منوایا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ رعبِ قیصری کا شکار نہ ہوں۔ بلکہ آگے بڑھیں۔ آپ کو ایسی طالب علم تنظیموں کا سامنا ہے جن کے پاس اسباب، وسائل کی فراوانی ہے۔ پروپیگنڈا کی مشینری ان کو میسر ہے جبکہ آپ کو یہ تمام وسائل میسر نہیں لیکن مجھے یقین ہے کہ اگر آپ اکابر و اسلاف کے مشن پر ثابت قدمی سے قائم رہے اور اس مقصد کے لیے مخلصانہ جد و جہد کی تو اللہ تعالیٰ آپ کی ضرور مدد فرمائیں گے اور آپ اپنے نیک مقاصد میں یقیناً کامیاب ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ ہمارا اور آپ کا حامی و ناصر ہو۔

آمین ! یا الٰہ العالمین !!

بقیہ: انتخاب لاجواب

دیکھتا رہا۔

ایک اعرابی کی عجیب معنیٰ خیز دعا۔

ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیت الحرام کا طواف کر رہے تھے اتنے میں انھوں نے سنا۔ ایک اعرابی اپنے آپ کو مخاطب کر کے کہہ رہا ہے۔ یا اللہ! مجھے اپنے قلیل بندوں میں سے بنا دے۔ یہ سن کر حضرت متعجب ہوئے اور فرمایا۔ اس آدمی کو میرے پاس بلاؤ! جب وہ سامنے آیا تو فرمایا "اے اعرابی تیری ایسی نرالی دعا میں نے آج تک سنی نہیں۔ اس کا آخر مطلب کیا ہے ؟ اعرابی نے جواب دیا۔

"آپ کو معلوم ہے یا امیرالمومنین۔ اب تو آپ کا تعجب اور بڑھا اور فرمایا "کس طرح معلوم ہے مجھے ؟" اعرابی نے کہا "کیا آپ نے قرآن مجید کی یہ آیت نہیں پڑھی ہے؟

وَقَلِیْلٌ مِّنْ عِبَادِیَ الشَّکُوْرُ۔

یعنی میرے بندوں میں سے شکر گزار کم ہیں لہٰذا میں خدا سے دعا کرتا ہوں کہ وہ مجھے شکر گزار بندوں میں شامل کر دے اور چونکہ ایسے شکر گزار بندے کم ہیں۔ لہٰذا ان ہی کم قلیل بندوں میں سے ایک فرد مجھے بھی بنا دے!

یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا "سچ کہا تو نے اب تو جا سکتا ہے۔ پھر آپ نے فرمایا "ہر شخص عمرؓ سے زیادہ عالم اور واقف دین ہے"

دعائے مغفرت ! جمعیۃ علماء اسلام پنجاب کے نائب امیر قاری عبدالسمیع صاحب کی صاحبزادی اور شاہدرہ جمعیۃ کے امیر مولانا اللہ دادؒ کی والدہ محترمہ انتقال کر گئیں۔

اللہ رب العزت مرحومہ کو اپنے جوارِ رحمت میں جگہ نصیب فرمائے اور پسماندگان و متعلقین کو صبر کی توفیق دے۔

(ادارہ)

اسلامی شادی کے چند اصول

اسلامی طریقے پر شادی کرو، حج اکبر کا ثواب لو۔ (الحدیث)

از خامہ: علامہ ابو الخیر اسدی
امیر مجلس نشر السنۃ و امیر جمعیۃ علماء اسلام، مخدوم رشید ملتان

اے ایمان والو!

اسلام میں پورے طور پر داخل ہو جاؤ اور
شیطانی رواجوں پر مت چلو کیوں کہ وہ تمہارا کھلا دشمن ہے (القرآن)

۱۔۔۔ والدین کا فرض ہے کہ اولاد کی دینی تعلیم و تربیت کا خاص خیال رکھیں اور اولاد جب جوان ہو جائے یعنی بالغ ہو جائے تو اس کی بہت جلد شادی کر دینی چاہیے۔ ذاتی لالچ، رسمی اخراجات اور اعلیٰ معیار کے انتظار میں دیر کرنا درست نہیں۔ ارشاد نبوی ہے ان ایام میں اولاد سے جو برائیاں بھی سرزد ہوں گی۔ آخرت میں والدین کو بھی ان کا خمیازہ بھگتنا ہوگا۔

۲۔۔۔ رشتہ کرتے وقت مال اور حسن کی بجائے دین اور سیرت کو مقدم رکھنا چاہیے۔ کیونکہ مال اور حسن فانی ہیں۔ ان کی بنیاد پر طے پانے والے رشتے حقیقی الفت و محبت سے خالی ہوتے ہیں۔ نیز دین و اخلاق کی بنیاد پر برادری سے باہر بھی رشتے ناطے کیے جا سکتے ہیں۔ قومی عصبیت ایک جاہلانہ رسم ہے۔

۳۔۔۔ رشتہ کرتے وقت لڑکے اور لڑکی کی رضا مندی ضروری ہے بصورت دیگر ممکن ہے کہ دونوں کا مستقبل تاریک ہو جائے۔

۴۔۔۔ رشتے اور شادی بیاہ کے سلسلے میں ایک دوسرے پر سخت و نا معقول اور غیر شرعی شرائط عائد کرنا جائز نہیں، ورنہ الفت و محبت نفرت و عداوت میں بدل جائے گی۔

۵۔۔۔ رشتہ طے ہو جانے کے بعد حسد کی وجہ سے ناکام بنانے کی کوشش کرنا بہت بڑا گناہ ہے۔

۶۔۔۔ اسلام نے حق مہر کی کوئی خاص مقدار مقرر نہیں کی۔ اس لیے جبراً کمی بیشی کرانا درست نہیں۔ شوہر کو چاہیے کہ وہ خدا سے ڈرتے ہوئے، اپنی حیثیت کے مطابق بوقت نکاح، نقدی، زیور، یا جائیداد وغیرہ کی صورت میں ادا کرے۔ بہ امر مجبوری بعد میں بھی ادا کیا جا سکتا۔ حق مہر جبراً معاف کرانا یا دھوکے سے غصب کر لینا حرام ہے۔ اور ارشادِ نبوی ہے۔ حق مہر غصب کرنے والا آخرت میں زانی کی حیثیت سے اٹھایا جائے گا۔

۷۔۔۔ وٹہ سٹہ کی شادی لڑکی کا عین معاوضہ ہوتا ہے، اس لیے ایسے رشتے میں طلاق کے بدلے طلاق لی جاتی ہے اگر ایک کو جواز کی صورت میں طلاق دی جائے تو دوسری کو بلا جواز سزا دی جاتی ہے ان قبیح وجوہ کی بنا پر وٹہ سٹہ کے رشتے سے بچنا چاہیے۔

۸۔۔۔ شادی کے موقعہ پر رسم رت جگا جیسے بے ہودہ اور بے مقصد پروگرام کی بجائے، اخروی، دینی، اخلاقی اور ازدواجی زندگی سے متعلقہ مسائل پر وعظ کا انتظام کیا جائے۔

۹۔۔۔ نکاح پڑھانا نیکی کا کام ہے اس کی اجرت لینا شرعاً جائز نہیں اگر وقت کو مدنظر رکھتے ہوئے کچھ ہدیہ پیش کر دیا جائے، تو انھیں قبول کر لینا چاہیے۔

۱۰۔۔۔ شادی کے بعد دعوت ولیمہ سنت ہے۔ لیکن شادی سے پہلے اس قسم کی دعوت یعنی میل کرنا غیر اسلامی فعل ہے، اور اس طرح کی دعوتی تقریبات میں نیوتہ کا لین دین بھی غیر اسلامی ہے۔ اس قبیح رسم کے خاتمہ کا آغاز اپنے گھر سے کرنا چاہیے۔

۱۱۔۔۔ رخصتی سے پہلے دولہا والے محض شہرت اور ناموری کی خاطر دلہن والوں کے محلہ کی مساجد اور مدارس وغیرہ میں بطور خیرات کچھ رقم دینے کا فخریہ اعلان کرتے ہیں۔ کیونکہ یہ اللہ کی رضا کے لیے نہیں اس لیے اسلام کی رو سے خیرات کا یہ طریقہ مکروہ اور ناپسندیدہ

ہے۔ ارشادِ نبوی کے مطابق ہر مسلمان پر لازم ہے کہ بوقت ضرورت اپنی قریبی مساجد اور مدارس وغیرہ کی حسب توفیق امداد کرتا رہے۔

۲۱۔ رخصتی کے موقعہ پر دولہا یا دولہن والوں نیز دیگر عزیز و اقارب کا دلہن کو دیے جانے والے کپڑوں اور دیگر اشیاء کا محض اپنی نمود کی خاطر مردوں میں نمائش کرنا غیر اسلامی فعل ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ریاء و نمود شرک اصغر ہے۔

متفرق جاہلانہ رسومات :

یوں تو ہر برادری کی شادی سے متعلقہ رسومات مختلف ہیں لیکن یہاں پر کچھ :-

برادریوں سے متعلقہ جاہلانہ رسومات کی نشان دہی کی جاتی ہے :-
منگنی کے وقت رسمی طور پر گود بھرنا یعنی طرفین کی طرف سے کچھ اشیاء کا بطورِ نشانی آپس میں لین دین کرنا۔ شادی سے چند دن قبل دولہا اور دولہن کو بان تیل بٹھانا۔ عورتوں کا اکٹھا ملنا۔ مخصوص گیت گانا۔ نیز اس دوران دلہن کو مکان میں حبس کرنا۔ ہاتھ پاؤں پر کنگنا باندھنا۔ شرکیہ ٹوٹکے کرنا اور نجومی سے حساب کروانا۔ نیز گھی کا چراغ جلا کر دولہا دلہن کے مہندی کا ہاتھ دیوار پر چھاپنا۔ علاوہ ازیں اس دوران رسمی دعوت بنوارہ کرنا اور رسمی اشیاء کا برادری میں تقسیم کرنا۔ رسم رت جگا کرنا یعنی عورتوں کا اس موقعہ پر رات بھر جاگنا، ڈھولک بجانا ناچنا اور گیت گانا نیز ریکارڈنگ کرانا۔ دولہا کے منہ پر سہرا باندھنا۔ دولہا کو عورتوں کا سجانا، یعنی مہندی لگانا، آنکھوں میں سیاہی ڈالنا، ماں کا دولہا کو رسمی اور مصنوعی طور پر دودھ پلانا اور ان سب چیزوں کا نیگ وصول کرنا دولہا کا گھوڑے پر سوار کرانا، آگے بینڈ باجے بجانا، بھنگڑا ڈالنا، ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر بیلیں دینا۔ بارات کو گلیوں میں پھرانا، آتش بازی چلانا، دولہا کو کسی مسجد یا مزار پر سلامی کے لیے لے جانا، دلہن کے بری کے کپڑے تھالوں میں سجا کر نمائش کی خاطر بارات کے ساتھ لیے پھرنا۔ دولہا اور دولہن کے ننھیال والوں کی طرف سے دی جانے والی امداد کو رسم بھات کے نام پر نمائشی طور پر لین دین کرنا۔ دولہا اور دولہن کو ماموں کا پٹڑے سے اتارنا۔ نکاح کے بعد دولہا کا برادری کے آگے ذلت اور طمع کا سلام کر کے سلامی وصول کرنا۔ ساس سے تعارف، مبارکی اور سلامی کے وقت دولہا کے ساتھ غیر مردوں کا اندر جانا۔ نیز نامحرم عورتوں کا بے پردہ سامنے آکر دولہا کے ساتھ لغو و بیہودہ مذاق وغیرہ کرنا اس موقعہ پر دولہا کی سالیوں وغیرہ کا دولہا کا جوتا چھپا کر نیگ وصول کرنا۔ عورتوں کا براتیوں پر رنگ وغیرہ ڈالنا نیز سمدھی ملاپ کا نیگ لینا دینا اور نقد دان یعنی خیرات کے نام سے سمدھی کو کچھ رقم نمود و نمائش کے طور پر دینا، دولہا اور اس کے ساتھیوں کے ناشتہ کے لیے رسمی طور پر مخصوص کھانا پکانا اور اس کو کنور کلیوا کا نام دینا نیز اس موقعہ پر بھی عورتوں کا ناشائستہ حرکات کرنا۔ دلہن کو کسی مرد کا گود میں اٹھا کر سواری میں بٹھانا اور دلہن کو دولہا والوں کی طرف سے پیش کردہ چونیوں کی تھیلی سے مٹھی بھروانا اور بکھیر کرنا وغیرہ۔

دلہن کے استقبال کے موقعہ پر دولہا کے گھر والوں کا شرکیہ عمل کرنا یعنی دولہا کی بہنوں کی طرف سے آرتا کرنا، دولہا اور دلہن کے قدموں میں تیل ڈالنا نیز دولہا کی بہنوں کا بار بار کوائی کا نیگ وصول کرنا دلہن کا منہ دکھائی کے موقعہ پر اخلاق سوز اور غیر اسلامی حرکات کا مظاہرہ کرنا، دولہن والوں کی طرف سے آئے ہوئے لنہاری کے طور پر رشتہ داروں کا دولہا والوں کے ہاں کھانا کھانے کے بعد کچھ رقم بطور نیگ جھوٹ اور کونڈے کے نام سے دولہا والوں کو دینا نیز دلہن کے دوبارہ لانے کو رسمی سمجھنا اور اس کو پھیر پاپا کا نام دینا نیز لڑکیوں کے لیے کنیادان جہیز بھات اور چھوچھک وغیرہ کو کافی سمجھ کر ان کا حق وراثت غصب کرنا۔

یہ تمام رسومات میراثیوں اور ہندوؤں کے ذہن کی پیداوار ہیں اور مسلمانوں کا ان رسومات کی نقل کرنا قرآن اور سنت سے کھلی بغاوت ہے۔ لہٰذا ان رسومات کے انجام سے چشم پوشی کرنا شرعی جہالت ہے۔
ارشاد نبوی ہے :-

"جو شخص کسی قوم کے طریقے اور رواجوں کی نقل کرے گا
وہ قیامت کے دن اسی قوم کے ساتھ اٹھایا جائے گا"

(الحدیث)

خدا سے ڈرو مکر و فریب سے کام نہ لو
یا اسلام پہ چلنا سیکھو یا اسلام کا نام نہ لو۔

طبی معلومات

چین میں نوّے فیصد دوائیں پودوں سے تیار ہوتی ہیں

پاکستان کی وزارتِ صحت اور معالجین کے لیے لمحۂ فکریہ!

حکیم آزاد شیرازی (سابق پرنسپل طبیہ کالج) مدیر تذکرہ۔ لاہور

پاکستان کے چینی طبی وفد کے دورہ کے بعد سے راقم الحروف چینی جڑی بوٹیوں کے مطالعہ و مشاہدہ میں مصروف ہے اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کی کسی حد تک تعمیل کر کے ایک روحانی مسرت سے مالا مال ہو رہا ہے کہ :

"علم حاصل کرو اگرچہ چین تک جانا پڑے"

پاکستان میں زندگی کے دوسرے شعبوں کے مسائل کی طرح صحت کا مسئلہ بھی آج تک لاینحل چلا آ رہا ہے۔ بعض اوقات یوں محسوس ہوتا ہے کہ اگرچہ ارباب حکومت اس سیدھے سادے مسئلے کو صحیح بنیادوں پر حل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ لیکن ایلوپیتھی معالجین اور غیر ملکی دواساز کمپنیوں کے مفادات ان کے آڑے آجاتے ہیں۔ حال ہی میں وفاقی وزیر صحت جناب حفیظ اللہ چیمہ نے پاکستان طبی کانفرنس میں جلد ہی ایک خوشخبری سنانے کا اعلان فرمایا اور ان کے اعلان کے مطابق جنوری ۱۹۷۶ء ہی میں ملک کے مسئلہ صحت کو صحیح بنیادوں پر حل کر دیا جائے گا اور ایلوپیتھی ہومیوپیتھی اور طب یونانی کے ربطہ باہمی سے ایک نیا نظام صحت مرتب کیا جائے گا۔ لیکن اس بیان کی سیاہی ابھی خشک نہیں ہونے پائی اور اس اعلان کی صدائے بازگشت ہنوز فضا میں موجود تھی کہ میڈیکل ایسوسی ایشن کی طرف سے اس متوقع اقدام کی مخالفت میں نہایت دھواں دھار بیانات داغے جانے لگے۔

معالجین اگر اس حقیقت پر ایمان لے آئیں اور طلبِ زر کی ہوس میں مبتلا نہ ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں علاج معالجہ کا جو علم و فن بخشا ہے۔ وہ محض اپنی شکم پروری، کوٹھیوں اور کاروں کے حصول کی خاطر نہیں بلکہ اس کا مقصد مخلوقِ خدا کی خدمت ہے۔ دکھی اور بیمار انسانیت کو صحت مند بنانا ہے۔ تو وہ علاج کے دوسرے طریقوں کو حقارت کی نگاہ سے ہرگز نہ دیکھیں۔ تعصب اور ہٹ دھرمی سے کام لینا چھوڑ دیں اور دوسرے طریقہائے علاج کے حامیوں کے ساتھ متحد اور مربوط ہو کر خدمتِ خلق میں یقیناً معروف ہو جائیں اور جب کبھی ارباب حکومت، وزارتِ صحت کے مختلف طریقہائے علاج کو ایک مربوط نظام کی شکل پر آمادہ ہوں۔ وہ حکومت سے ضرور تعاون کریں اور اس طرح پاکستان کا مسئلہ صحت نہایت آسانی سے حل ہو سکتا ہے۔

پاکستان کے دوست ملک چین میں انسداد امراض کے لیے، اور علاج معالجہ کے لیے روایتی چینی ادویات ایک مدت سے استعمال ہو رہی ہیں۔ جو پیڑ، پودوں، حیوانات اور معدنیات سے تیار کی جاتی ہیں۔ لیکن نوّے فیصد دوائیں نباتات یعنی پیڑ پودوں، پھولوں، جڑی بوٹیوں ہی سے تیار کی جاتی ہیں۔

پاکستان میں بھی قائد اعظم محمد علی جناح نے یونانی اور مقامی طریق علاج کی ترقی اور سرپرستی کا اعلان کیا تھا لیکن اس پر آج تک مکمل عمل نہ ہو سکا۔ ادھر چین کے صدر ماؤزے تنگ نے اعلان کیا تھا کہ "چینی ادویہ اور دواسازی ایک عظیم خزانہ ہیں۔ انھیں کام میں لانا چاہیے اور ان کا معیار بلند کرنا چاہیے" چنانچہ چین میں صدر ماؤ کی اس ہدایت کے مطابق "آزادی کے بعد چین کی ادویاتی پیداوار میں زبردست ترقی ہوئی، اور اب تک چینی ادویات کی اقسام کی تعداد پانچ ہزار تک جا پہنچی ہے۔ جب کہ آج سے چار صدی پیشتر ایک مشہور چینی دواساز لی سی چن نے اپنے ایک طبی مقالہ "خلاصہ طبی مواد" میں ایک ہزار آٹھ سو نناوے قسم کے طبی جوہروں کا ذکر کیا ہے۔

چین میں آزادی اور انقلاب کے بعد اس ضمن میں مزید تحقیق اور مطالعہ کیا گیا۔ عوام کی اس سلسلہ میں حوصلہ افزائی کی گئی کہ وہ ادویاتی پیڑ پودوں، پھولوں اور جڑی بوٹیوں کی کاشت کریں، انھیں جمع کریں۔ چنانچہ طبی اہمیت کے حامل جنگلی پیڑ پودوں، پھولوں کی کاشت وسیع پیمانے پر کی جاتی ہے۔ اور اس سلسلہ میں نت نئے وسائل تلاش کیے جاتے ہیں۔ چینی ادویات عوام کی صحت بہتر بنانے اور دیہی علاقوں میں امداد باہمی کے طبی نظام کے فروغ و استحکام کی خاطر مثبت کردار ادا کر رہی ہیں۔ حکومت چین نے چینی اکادمی بٹے طبی سائنس عوام سے منسلک ایک ادارہ قائم کیا ہے جس نے ایک وسیع و

وعدہ میں نباتاتی تجرباتی پلانٹ تشکیل دیا ہے۔ اس پلانٹ میں ہزاروں پودے لگائے گئے ہیں۔ لیکن اس کے برعکس پاکستان کے طبی بورڈ نے اسلام آباد میں ایک بستان المفاقیر کو نشوونما سے پیشتر ہی جڑ سے اکھاڑ پھینکا، اور یہ منصوبہ پایۂ تکمیل کو نہ پہنچ سکا۔ حالانکہ اس قسم کے بستان المفاقیر ملک کے کم و بیش ہر علاقے میں قائم کیے جا سکتے ہیں۔

چین کے نباتاتی تجرباتی پلانٹ میں جو دافع امراض پھول اگائے گئے ہیں۔ ان میں سے دو چار پھولوں کا ذکر غیر ضروری نہ ہوگا۔ ایک پھول جس کی جڑ پیشاب کی سوزش اور بخار کو دور کرتی ہے۔ بگونیا (BEGINIA) نام کا ہے۔ پھول کی رنگت بھی گلابی، شکل بھی گلاب سے ملتی جلتی ہے۔ پھولوں کے ساتھ ہی بنفشی رنگت کے جوڑے پتے لگے ہیں۔ دوسرے پھول کا نام پینڈوریا جسمنوئیڈیس (PANOREA JASMINOIDES) ہے۔ یہ سفید رنگ کا کھلا ہوا پھول ہے جس کی شاخیں سبز رنگ کی پتیوں سے لدی ہوئی ہیں۔ یہ خون کی حدت کم کرنے اور دوران خون میں تعطل کو دور کرنے کی بہترین دوا کے طور پر مستعمل ہے۔ ایک اور پھول کا نام جھالردار کم (FRINGEDIRIS) ہے۔ یہ بنفشی رنگ کا پھول ہے جس کے ڈنٹھل موٹے اور مضبوط ہوتے ہیں اور یہ ایک مدت سے جسمانی سوزش اور سوجن اندرونی و بیرونی ورم کو دور کرنے میں انتہائی مفید دوا کے طور پر استعمال ہوتا چلا آیا ہے۔ چینی پنک (CHINESE PINK) ایک سدا بہار گھاس ہے جس پر گہرے سبز رنگ کی پتیوں جیسے پھول لگتے ہیں۔ یہ گھاس بھی چین کی ایک روایتی دوا کے طور پر مستعمل ہے۔ فوشیا (FUCHSIA) ایک عام چینی پھول ہے۔ جو شکل میں لمبوترا ہے سرخ مرچ جیسا) اور رنگت میں سرخ ہوتا ہے۔ اس کی پتیاں کیڑے کوڑے مارنے اور رطوبت اور نمی کو دفع کرنے کے کام آتی ہیں۔

غرض چین میں یہ کوشش کی جا رہی ہے کہ سو فی صد ادویات نباتات سے تیار کی جائیں۔ پاکستان میں جڑی بوٹیوں کی کمی نہیں۔ ہزاروں جنگلی اور خودرو پودے عوام کی ناواقفیت، معالجین کی غفلت اور سہل انگاری اور حکومت کے عدم توجہ کا شکار ہو رہے ہیں۔ ایک انگریز طبی سائنسدان نے مدار (آک) کا پودا دیکھ کر کہا تھا کہ مجھے حیرت ہے کہ جس ملک میں یہ پودا اتنی کثرت سے موجود ہو۔ وہاں کے لوگ سل (ٹی۔بی) میں مبتلا ہو کر لقمۂ اجل بن جائیں۔ مجھے اس بات پر تعجب ہے کہ پاکستان کے ایک مایہ ناز طبیب حکیم انقلاب صابر ملتانی مرحوم نے برسوں کی تحقیق کے بعد ٹی بی کا ایک قریباً مجرب نسخہ تیار کیا۔ جو شیرِ مدار اور ہلدی کا مرکب تھا۔ پاکستان کے ایلوپیتھک، یونانی طبیبوں اور حکومتوں نے اس پر توجہ نہ دی۔ لیکن بھارت کی حکومت نے اسے اپنا لیا اور بھارت کے سرکاری ہسپتالوں میں اس نسخہ کو رائج کر دیا گیا۔ کاش ہماری آنکھیں اب بھی خواب غفلت سے بیدار ہوں۔

بقیہ: ایک سفر ایک داستان

خلاف سابق اچھا سلوک کیا گیا۔ جاتے ہوئے جتنا جرمانہ ہم سے کر گئے تھے۔ اس میں واپسی پر کافی حد تک کمی ہو گئی۔ زاہدان کچی سڑک پر واقع ہے۔ سرحد کا قریب ترین شہر ہے، جہاں ریڈیو سٹیشن ہے۔ بنجر علاقہ میں یہ شہر واقعہ ہے۔ شہر کے اندر کولتار کی سڑک ہے۔ فراخ بازار ہیں اور مال سے لدے پھندے ہیں۔ یہاں فوم کے گدے۔ پلاسٹک کی مصنوعات۔ تیل سے جلنے والی انگیٹھیاں جو کمرے کو گرم کرنے کے کام میں آتی ہیں۔ کرمان کا فربہ پستہ عمدہ چیزیں ہیں، جو نسبتاً دوسرے علاقوں سے ارزاں ہیں۔

بازار میں نارنگی پاکستانی (کنو) ریڑھیوں پر عام فروخت ہو رہا ہے تجارت پر سکھوں کا زیادہ قبضہ ہے۔ یہیں ہماری ایک بس میں خرابی ہو گئی لیکن اس کی وجہ سے کوئی رکاوٹ نہ ہوئی۔ اسے ٹوچین کر کے کوئٹہ لے آیا گیا۔ زاہدان سے روانہ ہو کر شام کو ہم ایران کی سرحد پر پہنچے۔ جہاں معمولی کاروائی کے بعد ہمیں فارغ کر دیا گیا۔ ہمارے سفارتی عملہ کو اپنے کاروانوں کو بخیریت گزارنے اور اپنی کارکردگی کو عمدہ رکھنے کے لیے ہر جائز و ناجائز صورت میں ایرانی اہل کاروں کو خوش کرنا ہوتا ہے۔ جس کی تفصیلات کا ذکر مناسب نہیں۔

یہاں پہنچ کر طبیعت انتہائی مکدر ہوئی کیونکہ ایرانی اہل کاروں کے منہ سے دخت ذر کے بھبھوکے نکل رہے تھے۔ بہرحال ایرانی سرحد سے نکل کر کوہ تفتان کے دامن میں خیمے گاڑ کر آرام کیا اور صبح روانہ ہو کر نوکنڈی چیکنگ پوسٹ پر کاغذات سفر اور سامان کی چیکنگ ہوئی اسی دوران نماز جمعہ اس قصبہ میں ادا کی اور شام کو روانگی ہوئی دوسرے روز ۴ بجے شام کوئٹہ پہنچے۔ یہاں دو روز ٹھہر کر سفر کی تکان دور کی۔ گاڑی کی مرمت تبادلہ کرنسی وغیرہ سے فارغ ہوئے اور رحیم یار خاں سے ہوتے ہوئے ملتان میں نیاز بس سروس کے استقبالیہ میں شریک ہوئے۔ وہاں سے روانہ ہو کر رات جامعہ رشیدیہ ساہیوال میں گزار کر ۱۱ بجے دوپہر قصور پہنچ گئے۔

۲۰/دسمبر ۷۲ء کو کارواں بصد ذوق و شوق روانہ ہوا تھا ۲۱/فروری ۷۳ء کو بخیر و عافیت پہنچ گیا۔ بحمد اللہ کہ اس ذوق و شوق میں اضافہ ہوا اور دن بدن زیادہ ہو رہا ہے۔ اللّٰھم زد فزد اور کیوں نہ ہو۔ مانگنے والے نے دائمی ہی دلی کشش طلب کر لی تھی۔ جس میں کبھی کمی نہ ہو، اس لیے تشنگی باقی ہے مزید اور تشنگی کی توقع ہے۔ سیرابی کا امکان نہیں اور خدا کرے یہ لگن بڑھتی چلی جائے اور یہ آتشِ شوق سلگتی اور بھڑکتی رہے، اور اسی شوق و محبت

بقیہ: شذرہ

کی باتیں عام طور پر کہتی ہے۔ لیکن عمل کی دنیا میں کچھ بھی نہیں۔ تحریری باتوں کو عمل میں لانے کے لیے جمعیۃ علماء اسلام کی تجویز بہت مناسب ہے کہ شرعی سزاؤں کے نفاذ، شراب کی بندش وغیرہ جیسے مسائل کے لیے حکومت کو تین ماہ کا نوٹس دیا جائے۔ تین ماہ کے بعد حکومت عملی اقدام نہ کرے تو محاذ کے سٹیج سے تحریک کا آغاز کر دیا جائے اور درمیانی مدت تحریک کی تیاری میں صرف کی جائے۔

چونکہ متحدہ محاذ کے وجود میں آنے کا مقصد بھی ملک کی نظریاتی اور جغرافیائی سرحدوں کا تحفظ ہے اس لیے ہمیں یقین ہے کہ محاذ اس تجویز کو عملی جامہ پہنانے کے لیے بھرپور جد و جہد کرے گا۔ اگر محاذ نے اس تجویز کو عملاً اپنا لیا تو پوری ملت اس کی پشت پر ہوگی اور حکومت کے لیے اس قسم کی تحریک کو جبر سے کچلنا ناممکن ہو جائے گا۔

اللہ تعالےٰ ہمیں اپنے ارادوں میں خلوص نصیب فرمائے اور استقامت کی دولت سے نوازے۔ آمین!

مرزائیت اور یہودیت

مجلس تحفظ ختم نبوت کا ایک مختصر ٹریکٹ نظر سے گزرا جس میں یہ چونکا دینے والا انکشاف موجود ہے کہ اسرائیلی فوج میں مرزائی باقاعدہ شامل ہو کر کام کر رہے ہیں۔ اس انکشاف کی بنیاد قومی اسمبلی کے ایک ممبر ظفر احمد صاحب انصاری کا وہ انٹرویو ہے جو کچھ دن پہلے لاہور کے ایک رسالہ میں شائع ہو چکا ہے۔

اس سلسلہ میں گزشتہ ماہ کے آخر میں چنیوٹ کانفرنس میں مطالبہ کیا گیا اور مجلس کے ترجمان "لولاک" میں بھی! لیکن اب تک حکومت خاموش تماشائی بنی ہوئی ہے۔

جہاں تک مرزائیت اور یہودیت کے گٹھ جوڑ کا تعلق ہے یہ کوئی نئی بات نہیں۔ اس موضوع پر اس سے پہلے بہت کچھ لکھا اور کہا گیا ہے۔ لیکن یہ بڑے دکھ کی بات ہے کہ پاکستان کی ہر حکومت نے کبھی بھی ان ذمہ داریوں کا احساس نہیں کیا، اور موجودہ حکومت تو اس لحاظ سے زیادہ مجرم ہے کہ اسمبلی کے متفقہ فیصلہ کو اس نے سرد خانہ میں ڈال رکھا ہے۔

ہم واضح اور دو ٹوک لفظوں میں یہ کہنا چاہتے ہیں کہ حکومت مرزائیت کے متعلق خلق خدا کے جذبات کا احترام کرے ورنہ ۱۹۷۴ء کا ولولہ اور جذبہ ایک بار پھر زندہ ہو سکتا ہے اور اگر اب ایسا ہوا تو پھر

ع نہ تم ہی بچو گے نہ ساتھی تمہارے

والی بات ہوگی۔ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ؟

مجلس مرکزیہ حزب الانصار بھیرہ۔ ضلع سرگودھا

مجاہد ملت مولانا ظہور احمد بگوی مرحوم نے ۱۹۲۹ء میں اس مجلس کی طرح ڈالی تھی بمقاصد ● تحفظ و اشاعت اسلام ● اصلاح معاشرہ ● اتحاد بین المسلمین ● اور اشاعت علوم دینیہ تھے۔ شیر شاہ سوری کی عظیم مسجد اور ملحقہ عمارات جو سکھ گردی کے بعد مولانا احمد الدین بگوی شاگرد رشید شاہ عبد العزیز نے آباد کی تھی کو ان نیک مقاصد کے لیے مجلس استعمال کر رہی ہے۔

انہی عمارات میں ● دار العلوم عزیزیہ ● شعبہ نشر و اشاعت ● شعبہ افتاء اور ● شعبہ تبلیغ و اصلاح قائم ہیں۔

علاقہ بھر میں تبلیغی پروگراموں کے علاوہ سالانہ کانفرنس اپنی مثال آپ ہوتی ہے اور ماہنامہ شمس الاسلام کے علاوہ سنجیدہ اور ٹھوس لٹریچر مجلس کی زندہ تاریخ ہے۔

امیر ثانی مولانا افتخار احمد بگوی کے اچانک سانحہ ارتحال پر ہم خدام مجلس قدیم معاونین کے ساتھ دوسرے اہل خیر سے تعاون کی استدعا کرتے ہیں و الاجر علی اللہ۔

صاحبزادہ ابرار احمد بگوی ایم اے (اسلامیات و تعلیمات)
امیر مجلس حزب الانصار بھیرہ۔ ضلع سرگودھا

ضرورت رشتہ

نیک فطرت، امور خانہ داری سے واقف ارائیں خاندان کی تین بچیوں کے لیے رشتے درکار ہیں۔ لڑکے اسی خاندان کے صحیح العقیدہ اور دینی شغل رکھنے والے ہونے ضروری ہیں۔ عمر بیس تیس سال کے درمیان ایک ہی گھرانے کے تین لڑکے ہوں تو بہت بہتر ہے۔ پہلے ہی خط میں تفصیل لکھیں۔

معرفت قاری عبد الکریم میلسوی مدرسہ تعلیم القرآن لائن سبحان خان اندرون شیرانوالہ لاہور

تعارف وتبصرہ

تبصرہ کے لیے کتاب کی دو جلدیں دفتر میں آنا ضروری ہیں

۱۔ تحفۃ الواحدی

منطق کی بنیادی کتاب "ایساغوجی" کی آسان اور عام فہم اردو شرح ہے

مدرسہ مخزن العلوم خانپور کے صدر مدرس حضرت مولانا واحد بخش صاحب نے دوران سبق جو کچھ ارشاد فرمایا اس کو آپ کے شاگرد مولوی غلام رسول صاحب تونسوی صدر مدرس مدرسہ سراج العلوم لودھراں نے لکھا اور پھر بہترین انداز مرتب کرکے شائع کروا دیا ہے۔ سفید کاغذ پر صاف ستھری لکھائی چھپائی کا یہ رسالہ ڈیڑھ روپیہ میں مکتبہ بشیر الکتب لودھراں ضلع ملتان سے مل سکتا ہے۔ طلبہ اور اہل علم کے لیے مفید چیز ہے۔

۲۔ تجلیاتِ صداقت پر ایک اجمالی نظر

علاقہ چکوال کے مشہور عالم مولانا محمد کرم الدین صاحب مرحوم و مغفور نے رفض و بدعت کے رد میں آفتاب ہدایت نامی ایک کتاب لکھی تھی جو بلاشبہ اپنے موضوع پر منفرد اور مثالی کتاب ہے۔ مخالفین میں سے کوئی صاحب اب تک اس کا جواب نہ لکھ سکے۔ ابھی حال ہی میں محمد حسین صاحب ڈھکو نامی مجتہد نے اس کا ناکام جواب لکھنے کی کوشش کی لیکن مولوی مدن والی بات کہاں ہو سکتی ہے؟ تاہم ڈھکو صاحب نے جو مغالطے دینے کی کوشش کی ہے یا غلط بیانیاں کی ہیں ان کا ازالہ ازبس ضروری تھا۔ چنانچہ یہ فرض مصنف آفتابِ ہدایت کے صاحبزادہ حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب نے پورا کر دیا ہے۔ زیر تبصرہ رسالہ ڈھکو صاحب کی کتاب کا ہی مختصر لیکن جامع جواب ہے۔ فریقین کے لیے اس کا مطالعہ سودمند ہوگا۔ تحریک خدام اہلسنت والجماعت چکوال کے دفتر سے ۵۰/۔ روپے میں یہ رسالہ آپ کو مل سکتا ہے۔

۳۔ ایک تنقیدی نظر

ہمارے ملک میں اسلام اور اسلامی تعلیمات جس حد تک مظلوم ہیں اس پر کسی تبصرہ کی چنداں ضرورت نہیں۔ اسلام کے نام پر حاصل شدہ ملک میں جو جو مکروہ ڈرامے سٹیج ہو رہے ہیں اس پر جس قدر افسوس کیا جائے کم ہے۔ بڑی لے دے کے بعد اسلامیات کو لازمی مضمون کی حیثیت دی گئی لیکن نصاب کی طیاری کے سلسلہ میں جن بزرگوں کی خدمات حاصل کی گئیں وہ خدا سے زیادہ کسی اور کے غلام بندہ معلوم ہوتے ہیں۔ جبھی تو انہوں نے وہ زہر گھولا ہے کہ توبہ بھلی؟ اور رہی سہی کسر شیعہ سنی کی بنیاد پر علیحدہ علیحدہ نصاب کے مطالبہ کی منظوری نے پوری کر دی ہے۔ درجہ ثانویہ کے نصاب اسلامیات میں کیا ہے؟ اس سلسلہ میں تحریک طلبہ اسلام نے ایک مختصر پمفلٹ شائع کیا ہے جو صرف پچاس پیسہ میں تحریک کے دفتر واقع تحصیل بازار احمد پور شرقیہ ضلع بہاولپور سے مل سکتا ہے۔ اس رسالہ کو پڑھ کر آپ پر "سرکاری دانشوروں" اور "اہل علم" کی حقیقت آشکارا ہو جائے گی۔

۴۔ قوالی (۵) تعلیم بریلویت (۶) اسماء الحسنیٰ (منظوم)

یہ تین مختصر رسائل ہیں جو مکتبہ اعلیٰ متصل سادات ملتان شہر سے مل سکتے ہیں۔ پہلے اور تیسرے رسالہ کے لیے تو محض ۳۰ اور ۱۰ پیسہ کے ٹکٹ بھیجنے ہوں گے جبکہ دوسرے کی قیمت صرف ۴۵ پیسہ ہے۔ پہلا رسالہ مولانا محمد یوسف رحمانی کے قلم سے ہے۔ مروجہ قوالی اور اس کے متعلقات پر بعض اکابر صوفیاء کے ارشادات کے ساتھ ساتھ بریلوی مکتبہ فکر کے بعض ذمہ دار لوگوں کے فتاویٰ بھی شامل ہیں اور آخر میں شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوریؒ کا مقبول عام رسالہ "باجوں کی حرمت" شامل ہے۔ اس رسالہ پر بھی ذمہ دار بریلوی حضرات کی تصدیقات شامل ہیں۔

تعلیم بریلویت نامی رسالہ مشہور اہل قلم مولانا ابوالخیر اسدی کا لکھا ہوا ہے۔ نزاعی مسائل پر بلاشبہ حرف آخر ہے

(باقی صـ۲۳ پر)

بچوں کا صفحہ

بتوں کو کس نے توڑا ؟

از : محمد اشفاق مدرسہ مظاہر العلوم ، کوٹ ...

ترجمہ کتاب قصص النبیین مؤلفہ سید ابوالحسن علی ندوی

پرانے زمانے کی بات ہے کہ ایک گاؤں میں ایک بہت مشہور آدمی آذر نامی رہتا تھا۔ وہ بتوں کی خرید و فروخت کا کاروبار کرتا تھا۔ اسی گاؤں میں ایک بہت بڑا مکان تھا اس مکان میں بہت سارے بت رکھے رہتے تھے اور وہاں کے لوگوں کا یہ دستور تھا کہ وہ اُن بتوں کو سجدہ کرتے تھے آذر نامی شخص بھی اُن بتوں کی پوجا کیا کرتا تھا۔ آذر کا ایک سمجھ دار لڑکا بھی تھا جس کا نام ابراہیم تھا۔ جب آذر کے لڑکے ابراہیم نے یہ دیکھا کہ لوگ ان بتوں کو سجدہ کرتے ہیں اور ان کی عبادت کرتے ہیں۔ چونکہ وہ ایک سمجھ دار لڑکا تھا اس لیے وہ یہ باتیں سمجھ گیا کہ یہ بت پتھر کے بنے ہوئے ہیں اور وہ نہ بولتے ہیں نہ سنتے ہیں نہ کسی کو کچھ نقصان پہنچا سکتے ہیں نہ نفع دے سکتے ہیں۔ اور اگر ان پر مکھی بیٹھ جائے تو وہ اس کو اڑا بھی نہیں سکتے اور اگر کوئی چوہا وغیرہ ان کا کھانا کھا جائے تو وہ اس کو بھی منع نہیں کر سکتے۔ تو ابراہیم اپنے دل میں یہ سوچتا رہا کہ یہ کیسے بے وقوف لوگ ہیں کہ ان پتھروں کو سجدہ کرتے اور ان سے سوال کرتے ہیں۔ لہٰذا ایک دن ابراہیمؑ نے اپنے باپ سے کہا کہ تو ان بتوں کی عبادت کیوں کرتا ہے ؟ اور ان کو سجدہ کیوں کرتا ہے ؟ اور تو ان بتوں سے سوال کیوں کرتا ہے ؟ حالانکہ یہ نہ بولتے ہیں نہ سنتے ہیں ، نہ نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ اور نہ ہی کسی قسم کا نفع پہنچا سکتے ہیں۔ اور جب یہ پتھر سے بنے ہوئے ہونے کی وجہ سے نہ کھاتے ہیں نہ پیتے ہیں تو تو ان کے آگے کھانا پینا کیوں رکھتا ہے ؟

جب ابراہیمؑ کی یہ باتیں اس کے باپ اور قوم کے لوگوں نے سنی تو اس کی بات کو سمجھنے کی کوشش ہی نہ کی۔ اور سب ابراہیمؑ پر ناراض ہو گئے۔ جب ابراہیمؑ نے دیکھا کہ یوں نہیں سمجھتے تو یہ دھمکی دی کہ جب لوگ چلے جائیں گے تو میں بتوں کو توڑ دوں گا پھر لوگ میری بات کو سمجھیں گے۔ چنانچہ ایک دن سب بڑے چھوٹے شہر سے باہر میلہ دیکھنے چلے گئے۔ جب ابراہیمؑ کا والد آذر جانے لگا تو اس نے ابراہیمؑ کو کہا کہ تو بھی ہمارے ساتھ میلہ دیکھنے چل۔ لیکن ابراہیمؑ نے کہا کہ "میں بیمار ہوں"

جب ابراہیمؑ کا باپ بھی چلا گیا تو ابراہیمؑ اکیلا گھر میں رہ گیا۔ لہٰذا اس نے سوچا کہ اس موقعہ سے فائدہ حاصل کرنا چاہیے اور بتوں کے پاس آکر اُن سے کہنے لگے کہ تم کلام کرتے ہو یا سنتے ہو ؟ لو! یہ تمہارے آگے کھانے پینے کی اشیاء پڑی ہیں کھاؤ ان کو۔ لیکن وہ پتھر کے مجسمے کہاں بول سکتے تھے اور کہاں کھانے پینے کی طاقت رکھتے تھے۔ اب ابراہیمؑ نے کہا کہ تم بولتے کیوں نہیں۔ لیکن جواب ندارد۔ لہٰذا ابراہیمؑ کو بہت غصہ آیا اور کلہاڑا لے کر سب کے ناک ، ہاتھ پاؤں وغیرہ کاٹ دیے اور سب سے بڑے بت کو چھوڑ دیا اور کلہاڑے کو اس کے مونڈھے پر رکھ دیا اور چلے آئے۔ جب لوگ میلے سے واپس آکر بتوں کو سجدہ کرنے کے لیے بت خانہ میں گئے تو اُن کا تو حال ہی کچھ اور تھا اور ان کے اس حال کو دیکھ کر حیران رہ گئے اور بہت متأسف اور بہت غضبناک ہونے کی حالت میں انہوں نے دوسرے لوگوں سے سوال کیا کہ یہ کام کس نے کیا ہے ؟ کسی نے کہا کہ ہم اور تو کچھ نہیں جانتے لیکن یہ ضرور سنا ہے کہ ایک آدمی ہمارے خداؤں کو برا بھلا کہتا ہے اور اس کا نام ابراہیمؑ ہے۔ لہٰذا اس کو بلانے کا حکم دیا گیا ابراہیمؑ حاضر ہو گئے۔

سوال : یہ کام ہمارے خداؤں کے ساتھ تو نے

رجسٹرڈ ایل نمبر ۶۰۷۴

ہفت روزہ **خدام الدین** لاہور

ٹیلیفون نمبر ۶۷۵۴۵

کیا بت ؟

جواب : نہیں بلکہ یہ کام تو ان بتوں کے سردار نے کیا ہے۔ (بَلْ فَعَلَهُ كَبِيرُهُمْ) هٰذَا فَاسْـَٔلُوْهُمْ اِنْ كَانُوْا يَنْطِقُوْنَ ۝ اگر وہ بت بولنے کی طاقت رکھتے ہیں تو تم انہی سے سوال کرو۔ کہ تمہارے ساتھ یہ کس نے کیا ہے ؟ یعنی اس بڑے بت سے پوچھو جو اپنے مونڈھے پر کلہاڑا لیے کھڑا ہے۔ لیکن درحقیقت وہ سب لوگ اس بات کو بخوبی سمجھتے تھے کہ یہ بت پتھر کے مجسمے ہیں اور ان کا بڑا بت بھی اسی طرح ہے اور یہ بات بھی نہیں ہو سکتی کہ بڑے بت نے ان سب کو توڑ دیا ہو۔ لہٰذا ابراہیم کو انہوں نے کہا کہ تو یہ بات جانتا تو ہے کہ وہ پتھر کے بنے ہوئے ہیں اور گفت و شنید پر قادر نہیں ہیں لہٰذا ہم ان سے سوال کیسے کریں۔

تو ابراہیمؑ نے کہا تو تف ہے تم پر کہ تم ایسی چیز کی عبادت کرتے ہو جو نہ بولنے پر قادر ہیں نہ سننے پر۔ کیا تم اتنی موٹی بات بھی نہیں سمجھ سکتے ؟ اور تم عقل نہیں رکھتے"

ابراہیمؑ کی اس تقریر کو لوگ سن کر خاموش ہو گئے اور بہت شرمندہ ہوئے۔ لیکن بعد میں جمع ہو کر مشورہ کیا کہ ابراہیمؑ کو کیا سزا دی جائے۔ پروگرام طے ہوا کہ لکڑیاں اکٹھی کی جائیں اور ان میں آگ لگا دی جائے پھر ابراہیمؑ کو اس میں ڈالا جائے۔ نہ رہے گا بانس نہ بجے گی بانسری۔ کی مثال پر ناکام عمل شروع کر دیا گیا ہے

دشمن آگ میں ڈالیں تو کیا ہوتا ہے
وہی ہوتا ہے جو منظورِ خدا ہوتا ہے

جب یہ بندہ خاموشی سے اپنے رب کے راستے میں جان دینے کے لیے تیار ہو گیا تو رب تعالےٰ نے آگ کو حکم فرمایا کہ قُلْنَا يَا نَارُ كُوْنِيْ بَرْدًا وَّسَلَامًا عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ ۝ لہٰذا آگ حکم ملتے ہی ٹھنڈی اور سلامتی والی بن گئی۔

جب لوگوں نے دیکھا کہ آگ ابراہیمؑ کو کوئی نقصان نہیں پہنچا رہی اور ابراہیمؑ بالکل صحیح و سالم اور خوش ہیں تو لوگ ڈر گئے اور حیران ہو گئے۔

بقیہ : تعارف و تبصرہ

لطف یہ کہ فاضل بریلوی کی کتابوں سے شہادتیں پیش کی گئی ہیں ـــــ تیسرا رسالہ منشی عبدالرحمن دانش کے موقلم کا نتیجہ ہے۔ اللہ تعالےٰ کے اسماءِ گرامی کو نظم میں بیان فرمایا گیا ہے جو بلاشبہ ایک معرکہ کی چیز ہے اور باعث خیر ہے۔ مکتبہ اعلیٰ اس قسم کے اصلاحی مضامین کی اشاعت پر ہدیۂ تبریک کا مستحق ہے۔

خط و کتابت کرتے وقت اپنا خریداری نمبر اور کھاتہ نمبر ضرور لکھیں۔ ورنہ تعمیل نہ ہو سکے گی۔ (منیجر)

مولانا عبیداللہ انور پرنٹر نے پبلشر خواجہ طارق لطیف کیمبرج پرنٹنگ پریس لاہور میں چھپوا کر شیرانوالہ گیٹ لاہور سے شائع کیا۔